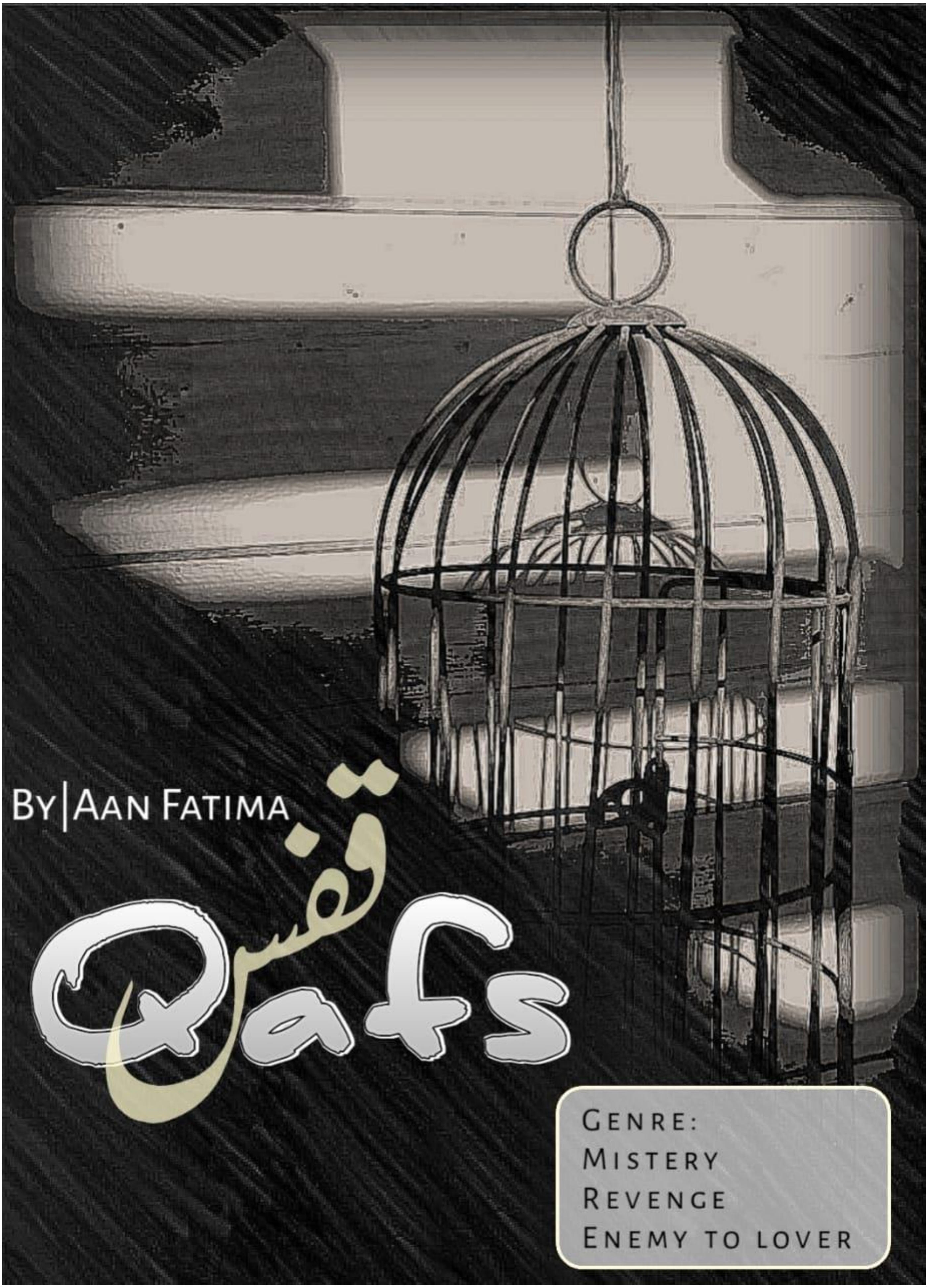
By|Aan Fatima
قفس
Qafs
Genre:
Mistery
Revenge
Enemy to lover

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

آن فاطمہ کے قلم سے

”قفس“

(قید خانہ)

تیسری قسط

"حاکم سر اس ویڈیو میں سب کچھ اس قدر چالاکی سے کیا گیا ہے کہ سامنے والے بندے کو یہی محسوس ہو گا کہ یہ آپ ہیں۔"سامنے کرسی پہ بیٹھے نعمان کی آواز پہ حاکم نے رومال سے ماتھے پہ آیا پسینہ پونچھا اور سوالیہ نگاہیں اسکی جانب اٹھائی۔وہ اس کا پی اے تھا۔دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہ ہونے کی بدولت ایسی صورتحال میں وہ نعمان سے ہی مشورے کیے کرتا تھا تبھی گھر سے نکلتے ہی اسکا رخ سیدھا نعمان کے فلیٹ کی جانب تھا۔

"میری برسوں کی بنی بنائی عزت خاک میں مل جائے گی۔یہ جھوٹ ہے۔یہ سب فریب ہے۔یہ الزام ہے جو کوئی میری ذات پہ لگانے کی کوشش کر رہا ہے۔"حاکم بس رونے کے قریب تھا۔اس کی بات پہ کمرے میں ایکدم ہی گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"مجھ پہ جھوٹا الزام مت لگائیں۔میں کچھ بھی ہو سکتی ہوں مگر بدکردار نہیں ہوں۔"کسی کے دل کو چیز دینے والے الفاظ۔۔اس کی روح تک کو جھنجھوڑ گئے تھے۔وہ گم صم سا ماضی کے پنوں کو کھنگھالنے میں مصروف تھا۔

جس شخص نے یہ ویڈیو آپ کو بھیجی ہے اسکی ڈیمانڈ کیا ہے؟"نعمان کے سوال پہ وہ کئی ثانیے " خاموشی سے اسے دیکھتے رہے اور شانے اچکا گئے کیونکہ یہ ویڈیو انہیں ایک انجان نمبر سے موصول ہوئی تھی مگر ساتھ کوئی بھی ڈیمانڈ وغیرہ نہیں تھی۔

ابھی یہ ویڈیو صرف مجھ تک پہنچی ہے اگر یہ پورے شہر میں پھیل گئی تو میں کسی کو شکل دکھانے " کے لائق نہیں رہوں گا۔پلیز کچھ کرو اور پتہ کرو کہ آخر وہ کون ہے جو یہ سب کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟"خاموشی حاکم جعفری نے توڑی تھی اور کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح چنگھاڑتے ہوئے توڑی تھی۔نعمان نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

اس کا ایک ہی حل ہے میرے پاس۔ایک شخص ہے میری نگاہ میں سر جو آپ کی اس مشکل کو حل " کر سکتا ہے۔"

حاکم نے چونک کر اسے دیکھا۔آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔وہ ملک کے ایک نامور بزنس ٹائیکون تھے۔ان کی شخصیت کے رعب و دبدبے کے آگے کسی کا بھی ایمان ڈگمگا جاتا تھا۔اگلے ہی لمحے ان کا سر اثبات میں ہلا۔نعمان نے کچھ سوچ کر فون کان سے لگایا۔رخ موڑ کر تقریباً پانچ منٹ تک وہ مقابل کے سامنے گڑگڑاتا رہا منت سماجت کرتا رہا۔چہرے پہ اضطراب رقم تھا مگر ٹھیک سات

منٹ بعد اسکے چہرے پہ یکلخت سکون پھیلا۔ حاکم نے بے چینی سے اسے دیکھا۔ فون میز پہ رکھتے آنکھوں میں تسلی لیے نعمان نے حاکم کو دیکھا۔

وہ آرہا ہے۔" اسکے لبوں سے نکلنے والے الفاظ حاکم کو مزید بے چین کر گئے۔ آخر کون تھا وہ جوان" کی مدد کیلیے آمادہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ کمرے کی خاموشی میں گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک نے ارتعاش ساپیدا کیا ہوا تھا۔ حاکم بے قراری کے عالم میں کبھی ہاتھ کی مٹھی بنا کر اسے کھولتے اور پھر بند کر لیتے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد باہر ٹائر چرچرانے کی آواز کے ساتھ حاکم کے دل کی دھڑکن بھی تھمی تھی۔ انہوں نے آنکھوں میں واضح خوف لیے نعمان کو دیکھا جو انہیں آنکھوں کے راستے تسلی دے رہا تھا۔ بھاری قدموں کی آواز نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جا رہی تھی۔ کسی مضبوط ہاتھوں نے دروازہ بجایا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نعمان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے کے عین سامنے چار سے پانچ لوگ ہاتھ میں اسلحہ تھامے کھڑے تھے۔ حاکم نے منتظر نگاہوں سے آنے والی شخصیت کو دیکھنا چاہا۔ اگلے ہی لمحے ان کے دائیں بائیں ہوتے ہی جس شخص کا چہرہ اس کے سامنے نمودار ہوا وہ اس کیلیے بلکل انجان تھا۔ سیاہ پینٹ شرٹ پہ بھورے رنگ کا لونگ کوٹ پہنے جو اپنی حالت سے خاصا بوسیدہ لگ رہا تھا۔ بالوں میں بھر بھر کے تیل لگائے آنکھوں میں سرمہ ڈالے وہ اپنی داڑھی کو سہلاتے بغور حاکم کو دیکھ رہا تھا۔ حاکم نے اس کے دیکھنے کے انداز پہ پہلو بدلا۔

بھائی بیٹھیں آپ یہاں۔ "نعمان نے کرسی کھینچ کر اس کے سامنے کی۔ وہ سر ہلاتے ٹانگ پہ ٹانگ" چڑھاتے وہاں ٹک گیا۔ اس کی شخصیت کے رعب سے ایک پل کیلیے حاکم کے چہرے پہ بھی خوف و ہراس پھیل گیا۔ نجانے یہ شخص کون تھا اور کس قسم کے کاموں میں ملوث تھا۔

"اتنی ایمرجنسی میں مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔"

انہیں آپ سے کوئی بات کرنی ہے بھائی مگر تنہائی میں۔ "نعمان نے تنہائی پہ زور دیتے جتایا۔ اگلے" ہی پل مقابل کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ نعمان نے حلق تر کیا۔ اس کی ایک آنکھ کے اشارے کے ساتھ وہ سب کے سب منظر سے ہٹ گئے تھے۔ اب کی بار مقابل کی پوری توجہ حاکم جعفری کی جانب تھی۔ نعمان ایک کونے میں دیوار سے جڑ کر کھڑا تھا۔

مجھے یہاں کیوں بلایا ہے تم نے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملاتے وہ اسکی جانب جھکتے قدرے رازداری سے پوچھ رہا تھا۔

مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ "حاکم کا لہجہ دوٹوک تھا۔"

اور اگر میں نہ کروں تو۔ وہ کیا ہے نا میں نے تجھ جیسوں کی مدد کرنا چھوڑدی ہوئی ہے۔ اب یہ شیر" عیش میں جیتا ہے۔ "دونوں بازوؤں کو سر کے پیچھے رکھتے وہ بائیں ٹانگ مسلسل ہلا رہا تھا۔ لہجہ

پر سکون تھا۔ آنکھیں گھماتے اس نے تفصیلی نگاہ فلیٹ پہ ڈالی۔ستائش آنکھوں میں ابھری۔روشنیوں میں نہاتا یہ فلیٹ اسے پہلی نگاہ میں ہی بھا گیا تھا۔

تم نے شکار کرنا چھوڑ دیا تو کیا ہوا شیر کو یہ دلیلیں دینے کی ضرورت کبھی نہیں پڑتی۔وہ جب بھی" شکار پہ نکلتا ہے ہمیشہ کامیاب ہی ٹھہرتا ہے۔"مقابل نے حاکم کی بات پہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔نگاہیں کا مرکز اب فلیٹ نہیں بلکہ سامنے بیٹھا حاکم جعفری تھا۔وہ دونوں آمنے سامنے رکھی کرسیوں پہ بیٹھے تھے۔

مسئلہ بتاؤ۔"اس نے سخت پتھریلی نگاہوں سے حاکم کو دیکھا۔وہ مسکرائے۔"

معاملہ انتہائی سنجیدہ ہے۔ایک فیک ویڈیو ہے میری سکینڈل کہ سکتے ہو۔جو مجھے بدنام کرنے کیلیے" بنائی گئی ہے۔ابھی وہ صرف مجھ تک پہنچی ہے اور اسے کسی بھی حال میں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔میڈیا میں خبر نہیں جانی چاہیے۔میں نہیں جانتا تم اس مسئلے کو حل کیسے نکالو گے لیکن تمہارے اس کام کی بھی کسی کو کان وکان خبر نہیں پہنچنی چاہیے کیونکہ اس طرح بدنامی کا ڈر زیادہ ہے۔وہ شخص جو کوئی بھی ہے تمہیں اس کا پتہ کروانا ہے اور اسے اسکے انجام تک پہنچانا ہے۔اس کے بعد جس چیز کی ڈیمانڈ تم کروگے وہ تمہاری ہوگی۔اگر تم ان سب شقوں پر متفق ہو تو ہم کانٹریکٹ پیپرز

سائن کر لیتے ہیں۔" مقابل نے حاکم کی بات ختم ہوتے ہی نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور لب پھیلائے۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک در آئی تھی۔

اور تمہیں ایسا کیوں لگا کہ میں تمہاری مدد کیلیے ایک لمحے میں تیار ہو جاؤں گا۔" لہجے میں عناد اور سختی در آئی تھی۔

مجھے نعمان نے تمہارے بارے میں یقین دہانی کروائی ہے کہ تم جو بھی کام پکڑتے ہو اسے پورا کر کے ہی دم لیتے ہو۔" مقابل نے غور کیا کہ اس کے آدھے انکار پہ حاکم جعفری کے چہرے پہ وحشت پھیل گئی تھی۔ اسے لطف آیا۔ بے حد لطف آیا۔ آنکھیں بھرپور انداز میں مسکرائیں۔

مجھ سے کام لینے سے قبل یہ بھی جان گئے ہوگے تم کہ میں اپنے کام کی منہ مانگی قیمت لیتا ہوں یا جو بھی میرا جی چاہے۔ تمہاری مرضی کا کچھ بھی نہیں۔" انداز دوٹوک تھا۔ انداز قطعیت بھرا۔۔ فیصلہ غیر متزلزل۔۔ ہر لفظ پتھر پر لکیر۔

ہاں مجھے قبول ہے۔" انداز جان چھڑانے والا تھا۔ اس نے پر سوچ نگاہوں سے حاکم کو دیکھا اور ایک نظر موبائل پہ چلتی ویڈیو پہ ڈالی۔ پہلے پیشانی پہ شکنوں کا جال آیا پھر سنجیدگی اور سرد مہری چھا گئی۔

کبھی ایسا کام حقیقت میں کیا ہے جو اس ویڈیو میں ہے۔"لہجہ خباثت بھرا تھا۔حاکم کا چہرہ احساس" توہین کے مارے سرخ پڑ گیا۔اس نے ناگواری سے مقابل کو دیکھا جواب ڈھٹائی سے ہنس رہا تھا۔

میں تو اس امتحان میں کامیاب ٹھہرو گا بس تم تیار کرنا میرے جانب سے دیے گئے امتحان میں" کامیاب ہونے کیلیے حاکم جعفری۔"حاکم کی تحیر کے مارے پھیلی آنکھوں میں انتہائی سرد مہری سے دیکھتے ہوئے اس نے حتمی فیصلہ سنایا تھا۔

لیکن اگر تمہیں میرے اس فیصلے سے اختلاف ہے تو تم ابھی بھی انکار کر سکتے ہو۔"حاکم نے بمشکل" مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔مقابل کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔دونوں ہاتھوں کو حاکم کے شانوں پہ رکھتے اس نے دباؤ بڑھایا پھر تھپتھپایا۔حاکم کا سانس رکا۔سانسیں تھمی لیکن پھر اس کے ہاتھوں کے ہٹتے پی بحال ہو گئیں۔وہ اپنی پیشانی پہ دو انگلیاں رکھ کر مخصوص انداز میں اشارہ کرتے اپنی جگہ سے ہلا۔سگریٹ لبوں میں دبائی اور ایک گہری اندر تک اتر جانے والی نگاہ حاکم پہ ڈالتے وہاں سے نکل گیا۔اس کے منظر سے ہٹتے ہی حاکم ڈھے جانے والے انداز میں کرسی پہ بیٹھے۔

!نجانے یہ شخص کیسی نگاہیں رکھتا تھا

****

صبح جتنی صاف چمکدار اور روشن تھی اس کے اندر اتنا ہی سناٹا تاریکی اور ویرانی اتری ہوئی تھی۔ ہسپتال جانے کیلیے نک سک سی تیار گلابی رنگ کا کھدر کا سوٹ پہنے وہ آئینے کے سامنے کھڑی بے دلی سے شہد رنگ بالوں کو سنوار رہی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی ذہن کل رات کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ گزری رات کی باتیں یاد کرتے اس کا دل کٹا تھا۔ اسے جہاں تک یاد پڑتا تھا کبیر اور مہر ماہ دیر رات گئے تک اسی کمرے میں تھے۔ ڈیڈی اپنے کسی ضروری کام کے تحت وہاں سے جا چکے تھے۔ اس نے اذیت سے آنکھوں کو میچا۔ نچلا لب دانتوں تلے کچلتی اپنی گیلی آنکھیں اس نے کمرے کے چاروں کونوں پہ دوڑائی۔ اسے بہت رونا آرہا تھا حالانکہ یہ ذلت یہ نفرت اور دھتکار کچھ بھی نیا نہیں تھا۔ بچپن سے وہ یہ سب سہتی آرہی تھی۔ ایک اس کی نیند میں بولنے والی عادت۔ نجانے کیا کیا بول دیا ہوگا اس نے ان دونوں کے سامنے۔ بالوں کو ہیئر پن میں مقید کرتے وہ کھوئی کھوئی کیفیت میں قد آور آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی۔ وہ چونکی۔ بائیں ٹانگ کی حرکت تھمی۔

کم ان۔" اس نے گہرا سانس بھرتے ہمت مجتمع کرتے کہا۔ دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی صائمہ بی" کھڑی تھیں۔ ریم انہیں دیکھ کر ہولے سے مسکرائی۔ اس کے سر ہلا کر مسکرانے پہ شہد رنگ بالوں نے بھی بھرپور انداز میں احتجاج کیا تھا۔

بڑے مالک نیچے ناشتے کی میز پہ سب کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کو بھی عرض کیا ہے۔" وہ اپنی" قمیض درست کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہونے کے باعث کمرہ قدرے سرد ہو رہا تھا۔ ریم نے اپنے دونوں بازوؤں کو سہلاتے انہیں گرمائش کا احساس بخشنا چاہا۔

میں آرہی ہوں۔" فریش نظر آنے کیلیے لائٹ کا میک اپ کیے ڈوپٹے کو ایک شانے پہ ڈالا اور بیڈ" پہ رکھا اپنا بیگ اٹھاتے نیچے چلی آئی۔ گول زینے اترتے اس کے قدم من من بھاری ہوئے تھے۔ ایک بار پھر ان سب کی آنکھوں میں ریم کیلیے تضحیک ہو گی۔ آخری سیڑھی پہ قدم رکھتے اس نے کچھ پل کیلیے خود کو پر سکون کیا۔

ڈائننگ ہال میں سب موجود تھے۔ سربراہی کرسی پہ ابی جان براجمان تھے۔ ان کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھے حاکم جعفری کو دیکھ ریم کا چہرہ بے تاثر ہی رہا۔ وہ ان سے سوال کرنا چاہتی تھی کہ کیا فائل کی اہمیت اس سے زیادہ تھی جو انہوں نے اس ایک معمولی سی فائل کیلیے اسے عدم کر دیا تھا۔ اس دوران اس کی نگاہ ایک بار پھر ابی جان کی جانب اٹھی۔ وہ مسکرا کر کبیر سے کچھ بات

کر رہے تھے۔ان کی آنکھیں کبیر اور مناف سے بات کرتے ہوئے نرم سا تاثر دیتی تھیں۔کوئی بھی اس دوران اسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔

اگر میں نے کچھ غلط بولا ہوا تو اور اس نے میرے منہ سے نکلے الفاظ ابی جان یا کسی کو بھی بتا دیے " تو۔"خوف کے آہنی شکنجے میں جکڑی وہ کبیر کو دیکھتی رہ گئی جو کسی کی نگاہوں کا ارتکاز خود پہ محسوس کر ٹھٹھکا تھا مگر سامنے کھڑی ریم کو دیکھ وہ حیرت زدہ رہ گیا۔خود سے باتیں کرتے وہ قدرے مضطرب تھی۔وہ ناسمجھی سے اسے خود سے بڑبڑاتے دیکھ رہا تھا۔ابی جان کی پکار پہ اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

کس قدر مہربان مسکراہٹ تھی ان کی مگر صرف اس گھر کے مردوں کیلیے۔"اس نے حسرت سے " انہیں دیکھتے ٹھنڈی آہ بھری۔سب سے آخر والی کرسی خالی تھی شاید نہیں یقیناً اسی کیلیے چھوڑی گئی تھی۔اسمارہ کو اپنی کرسی پہ بیٹھا دیکھ اسکا شدت سے جی چاہا کہ اسے ٹوک دے مگر پھر سب کی موجودگی کا خیال کرتے لب بھینچ گئی۔یہاں کچھ بھی بولنا مطلب سب کو اپنی جانب متوجہ کرنا تھا تبھی چپ رہی۔کچن سے برتنوں کی آوازیں آرہی تھی مطلب چچی جان اور پھپھو کچن میں تھیں۔چہرے پہ جھنجھلاہٹ کے ساتھ کچھ بےزاری عود آئی۔

السلام و علیکم۔"خود میں ہمت مجتمع کرتے سب کو مشترکہ سلام کر کے وہ بھر پور اعتماد کے ساتھ" کچن کی جانب چلی آئی۔اس کی پسند کا ناشتہ میز پہ موجود نہیں تھا مطلب یہاں کسی کو اسکی پرواہ سرے سے ہی نہیں تھی۔مناف اور کبیر نے چونک کر ریم کی پشت کو تکا تھا۔اس کے چہرے پہ گزری رات کے واقعے کا شائبہ تک نہیں تھا۔

صائمہ بی آپ نے ریم کیلیے بن نہیں رکھا۔"حاکم کی آواز پہ مناف اور کبیر نے بیک وقت تشکر بھرا" سانس فضا کے سپرد کیا۔یہی سوال وہ بھی پوچھنا چاہتے تھے مگر۔۔۔مہرماہ نے سرخ ہوتی نگاہیں نز حاکم کی جانب اٹھائی۔یہاں موجود ہر شخص کی ذات کسی نہ کسی کی بدولت ادھوری تھی۔

جی صاحب وہ توکل کا ختم تھا میں نے بڑی بی بی سے کہا تھا مگر انہوں نے منگوانے سے منع" کر دیا۔"صائمہ بی نے پھپھو کا حوالہ دیا۔حاکم نے سختی سے لبوں کو آپس میں پیوست کرتے شکایتی نگاہ ابی جان کی جانب اٹھائی جو خود کھانے سے ہاتھ روکے قدرے حیرت سے صائمہ بی کو دیکھ رہے تھے۔

کچن میں کیا کرنے آئی ہو۔"پھپھو کی آنکھوں کے حقارت آمیز تاثر سے ریم کا شدت سے جی چاہا" کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔لفظ ادا کیے بغیر آنکھوں کے تاثر سے اس پہ واضح کیا گیا تھا کہ

آئندہ وہ ان کی موجودگی میں کچن میں نہ آئے۔وہ سلگ کر رہ گئی۔ان سب کا برتاؤ اتنا ہتک آمیز ہوتا تھا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔وہ بھی انسان تھی انسانوں کی ہی دنیا میں بستی تھی پھر اتنا بھید بھاؤ کیوں؟

اپنا ناشتہ بنانے آئی ہوں۔"اپنے لہجے کو حتی الامکان سخت بناتے اس نے قدرے لاپرواہی سے" جواب دیا اور اپنے بالوں کو دائیں شانے سے بائیں پہ منتقل کیا۔

دیکھ رہی ہو اس کی اکڑ۔"انہوں نے چائے بناتی تائی جان کو بھی اپنی بات میں شامل کیا۔ریم نے" بن والا ریک خالی دیکھ گہرا اسانس بھرا۔تبھی اس کیلیے ناشتہ نہیں لگایا گیا تھا۔ریم کے چہرے پہ سایہ سا لہرا گیا۔وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ جس کا بچپن شروع سے ہی ان لڑائی جھگڑوں میں گزرا ہو۔جس بچے نے شروع سے سب کے اونچے لہجے برداشت کیا ہو اور اپنی زبان سے شہد تو ٹپکائے گا نہیں۔زہر تو اسکی زبان بھی اگلے گی جیسے اس کے بڑے اگلتے ہیں۔

کچھ نہیں ملے گا تمہیں یہاں سے بی بی۔جیسے تم سب کی زندگیوں کو سکھ چین کھا چکی ہو ویسے ہی" ہم بھی تمہارا ناشتہ کھا گئے ہیں تاکہ تمہارے جیسے کالے سایے کے ساتھ کم سے کم وقت گزرے۔"اس قدر نفرت۔تحقیر اور دھتکار۔آنکھوں سے دکھائی دیتی نفرت کی پہچان تھی

اسے۔تب ہی آنکھوں میں نمی کی لکیر تیری۔وہ اتنی ڈھیٹ کیوں تھی آخر اس قدر ذلت اور رسوائی کے باوجود کیسے ڈٹ کر سینہ تان کر ان لوگوں کے سامنے کھڑی تھی جن کی نگاہوں میں اس کیلیے کوئی عزت کوئی شفقت نہ تھی بس تھی تو نفرت۔وہ خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔

آؤریمی ناشتہ کرو۔"حاکم نے نرمی سے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بٹھالیا اور اسکی پیشانی پہ بوسہ " بھی دیا۔ابی جان اس کے عین سامنے بیٹھے جھکے سر کے ساتھ اپنے ٹیبلٹ کی سکرین پہ ہیڈلائنز دیکھ رہے تھے۔ساتھ ساتھ ذراسا ٹھہر کر کبیر اور مناف سے بات بھی کر لیتے۔جب ڈرائیور ہو کر اسے اتنی توجہ اور عزت حاصل تھی تو وہ پھر گھر کی بڑی بیٹی ہونے کے ناطے اسے کیوں نہیں۔یہ سوال جب جب وہ کبیر کو ابی جان کے ساتھ دیکھتی تھی اس کے ذہن میں نمودار ہوا تھا۔اسکی جانب دیکھتے کبیر کی بھنویں سکڑ گئی۔اس نے ایک نگاہ ناشتے کی میز کی جانب دوڑائی۔دیسی اور بدیسی لوازمات سے سجی میز سے مختلف ڈشز اٹھا اٹھا کر ابی جان کبیر اور مناف کو پیش کر رہے تھے۔ریم کے چہرے پہ کر ختگی چھاگئی۔آنکھوں میں شدید نفرت اور حقارت لیے اس نے مسکراتے کبیر کو دیکھا۔اسے اس مسکراہٹ سے حسد محسوس ہوا۔وہ خواہ مخواہ یہاں وہاں نگاہ دوڑانے لگی۔

"چھوٹے مالک آپ کی فائل کا کیا بنا۔مل گئی یا پھر کہی کھو گئی؟"کبیر نے باتوں کے دوران اتنا اچانک پوچھا کہ ٹوسٹ پہ جیم لگاتے حاکم کے ہاتھ یک لخت رک گئے۔ریم نے بھی سر اٹھایا تو نگاہیں سیدھا کبیر کی بھوری آنکھوں سے جا ٹکرائی مگر صرف ایک لمحے کیلیے کیونکہ وہ اگلے ہی پل نگاہیں پھیر چکا تھا۔ان نگاہوں کے کھیل سے ریم بری طرح الجھی۔باقی سب کی نا سمجھ نگاہیں بھی حاکم پہ جمی تھی۔

"ہاں وہ مل گئی تھی مجھے۔زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا۔"توقع کے برعکس انہوں نے بہت محتاط انداز میں جواب دیا۔ریم نے بغور کبیر کو دیکھا کیا یہ بات اس نے جان بوجھ کر اس کا زخم تازہ کرنے کیلیے چھیڑی تھی تاکہ وہ ایک لمحے کیلیے بھی اس بات کو ذہن سے محو نہ ہونے دے۔

"یہ بات میں اس لیے پوچھ رہا تھا کہ مجھے نعمان سر کا فون آیا تھا کہ رات آپ واپس آ گئے یا نہیں۔وہ آپ کیلیے پریشان تھے۔"اس نے فوراً سے پیشتر اپنی صفائی میں کہا۔حاکم کچھ ہلکے پھلکے ہوتے سر ہلا گئے۔

"کونسی فائل کی بات ہو رہی ہے یہاں۔"حاکم نے نگاہ اٹھا کر ابی جان کو دیکھا وہ منتظر دکھائے دیتے تھے۔اس نے سنجیدگی سے مختصر ساری بات ان کی سماعتوں میں اتار دی۔

جو بھی ہے وہ فائل تمہاری جان سے زیادہ پیاری تو نہیں ہو گی نا۔ تم جانتے ہو کہ کچھ لوگ بھوکے کتوں کی طرح ہماری تاک میں بیٹھے ہیں کہ موقع دیکھ کر وار کریں لیکن پھر بھی تم آدھی رات کو باہر نکلے۔ آئندہ کیلیے احتیاط کرنا۔" انہوں نے جواب دے کر وہاں موجود ہر شخص کو حیران کر دیا۔ حاکم نے تحیر کے عالم میں انہیں دیکھا۔ اسے لگا تھا کہ ابھی وہ اسے غصے سے ٹوکیں گے ڈانٹ ڈپٹ کریں گے اور کسی کا بھی لحاظ نہیں کریں گے لیکن یہاں تو معاملہ ایک دم سے ہی الٹ ہو گیا تھا۔

"بڑے صاحب میں نے نکاح خواں کا بندوبست کر دیا ہے۔ آج کا وقت تو نہیں ہو پایا مگر کل اس وقت وہ یہاں موجود ہو گا۔" کبیر کی بات پہ تائی جان اور پھپھو کے سینے پہ تو سانپ لوٹنے لگے۔ مہرماہ نے نظر اٹھا کر ریم کو دیکھا جس کا چہرہ کبیر کی بات پہ سپاٹ تھا۔ وہ چاہ کر بھی کچھ ایسا ڈھونڈنے میں ناکام رہی تھی جس سے ثابت ہو پاتا کہ وہ اس رشتے پہ راضی نہیں ہے البتہ مناف کی چہرے کی خوشی تو چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ مہرماہ نے دل ہی دل میں ان دونوں کے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا کی تھی۔

"لیکن اتنی جلدی ابی جان۔"

تم خاموش رہو۔ ابی جان کا حکم ہے تو یہ کام ہو کر ہی رہے گا۔ ویسے بھی ہر طرف نجانے کیوں" سوگ کی سی کیفیت ہے۔ اس طرح گھر کا ماحول بھی بدلے گا۔ تم جاؤ میرے جوتے لے کر آؤ جو تمہارا کام ہے۔" تائی جان کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ہاشم تایا اکتا کر بولے۔ تائی جان دل مسوس کر رہ گئی۔ ریم نے ہیزل آنکھوں میں ناگواری لیے تایا جان کو دیکھا۔ کیسے تایا جان نے اتنے لوگوں کی موجودگی میں انہیں حکم صادر کر دیا تھا۔ ذلیل و رسوا کر دیا تھا۔ وہ زیرِ لب بڑبڑاتی پیر پٹخ کر رہ گئی۔ نجانے ابی جان بھی کیوں اسکی اور مناف کی شادی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ اس نے انگلیاں چٹخاتے سوچا۔

پلیز ڈیڈی۔" مناف نے انہیں ٹوکنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک گئے۔ چہرے پہ پتھریلا پن" عود آیا تھا۔ ریم ان کے غصے پہ ایک لمحے کیلیے خائف ہوئی تھی۔ قدم خود بخود پیچھے ہٹنے لگے۔

میں اپنی بیوی سے مخاطب ہوں۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔" ان کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ" تھا۔ مناف غصے سے پلیٹ کھسکاتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈائننگ ہال کا ماحول ایکدم سے گرم ہو گیا تھا۔ سب اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ریم کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی۔ ڈوپٹہ

شانے پہ درست کرتے وہ بے چینی سے اپنی ہتھلیوں کو مسلنے لگی۔ نگاہوں کے ساتھ ساتھ سماعتیں بھی ابی جان کی جانب تھیں کہ شاید وہ کچھ بولیں مگر انکی جانب سے جامد خاموشی تھی۔

لیکن آپ سب اس حقیقت کو کیوں فراموش کر رہے ہیں کہ ایک ایسا شخص ہے جو ابھی بھی اس کا" منتظر ہے۔ وہ ریم کو کسی حال میں چھوڑنے پہ آمادہ نہیں ہے۔ ہم نے اسے دیکھا تک نہیں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا ایک شخص ہے جو ریم کے پیچھے ہے۔ جانتے ہیں نا۔" ایک دھماکہ سا ہوا تھا وہاں۔ ماحول میں ایکدم وحشت سی طاری ہو گئی تھی۔ ریم اپنی جگہ پہ ششدر رہ گئی۔ کوئی اس کا منتظر تھا کون؟ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے تائی جان کی جانب دیکھا جو شاید خود کو کچھ بولنے کیلیے آمادہ کر رہی تھی۔ کپکپاتی انگلیوں سے گال پہ پھسلتی لٹ کو پیچھے ہٹاتے وہ کرسی دھکیل کر اٹھ گئی تھی۔ سب کی موجودگی میں اس قسم کی بات پہ مارے خفت اور شرمندگی سے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

بہو تم جاؤ یہاں سے۔" ابی جان پھنکارے۔ ریم نے حیرت سے تائی جان کا نفی میں ہلتا سر دیکھا۔ وہ" تو ذرا سے اونچے لہجے پہ سہم جاتی تھی تو پھر آج۔ آج ان میں اتنی ہمت اتنا حوصلہ کہاں سے پیدا ہو گیا تھا۔

آج نہیں جاؤں گی کیونکہ آج بات میرے بیٹے کی زندگی کی ہے۔کیوں اسکی زندگی بھی داؤ پہ لگانا" چاہتے ہیں آپ اس منحوس کے ساتھ۔ کھا جائے گی میرے بیٹے کو یہ۔مار دے گی میرے بیٹے کو یہ۔ جیسے اپنی ماں کو کھا گئی ویسے ہی میرے بیٹے کو بھی ختم کر دے گی۔ دیکھا نہیں تھا کل رات پاگل ہو گئی تھی۔ ساری عمر جیسے میں سلگتی آئی ہوں میں نہیں چاہتی کہ میرا بیٹا بھی اس آگ میں جھلسے۔ جلد بازی میں کیے گئے فیصلے سوائے رسوائی کے کچھ نہیں دیتے ابی جان۔میری زندگی تو " آپ کے اچانک فیصلے نے برباد کر دی۔۔۔

کیا کہا تم نے ابھی۔"تایا جان کی آنکھوں میں غیض و غضب کا بڑھتا ہوا تاثر تائی جان کی ریڑھ کی" ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گیا۔مناف نے آگے بڑھ کر انہیں ٹوکنا چاہا لیکن تایا جان کی تنبیہی نگاہوں سے وہ خود پہ ضبط کر تا رہ گیا۔ریم نے تعجب سے اسے دیکھا۔وہ بیٹا ہو کر اپنی ماں کے حق میں آواز اٹھانے سے انکاری تھا۔کیوں؟وہ تو مرد تھا اور مرد کو تو اس گھر میں عورت سے زیادہ برتری حاصل تھی۔وہ چیخ سکتا تھا چلا سکتا تھا عورت کو پنچ کہہ سکتا تھا مار پیٹ سکتا تھا تو پھر یہ خاموشی کیوں تھی۔ مردوں کو اس گھر میں یہی تو سکھایا گیا تھا۔اس کا سر گرا ہوا کندھے جھکے ہوئے اور مٹھیاں اس قدر سختی سے بھینچی ہوئی جیسے وہ ضبط کے آخری مراحل سے گزر رہا ہو۔

مجھے کم از کم اپنے بیٹے کے حق میں تو بولنے دیں۔" انگلیاں مسلتے ہوئے وہ ملتجیانہ لب و لہجے میں" بولی۔ تایا جان کے لبوں پہ تمسخر اڑاتی مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔ ریم نے مدد طلب نگاہوں سے حاکم اور ابی جان کو دیکھا مگر وہاں بھی خاموشی تھی ایک جامد خاموشی۔

کبھی اپنے حق کیلیے بولنے دیا ہے میں نے تمہیں جو اپنے بیٹے کے حق میں بولنے دوں گا۔" ریم نے" ان کا اونچا لہجہ سن سختی سے ہاتھوں کی مٹھیوں میں اپنے ڈوپٹے کو جکڑ لیا۔ خوف سے اس کی جان نکل رہی تھی۔ اسے سانس لینے میں بھی دشواری ہوئی۔ ایسے موقعوں پہ تو ویسے اسکی جان ہلکان ہو جاتی تھی۔

ڈیڈی پپ۔ پلیز تایا جان کو روکیں۔" ریم نے مضبوطی سے حاکم کے بازو کو اپنی گرفت میں لیتے" انہیں جھنجھوڑا لیکن ایک بار پھر خاموشی۔۔۔ وہ سراپا حزن بنی آنکھوں میں حیرت صدمہ اور بے یقینی لیے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

کرنے دو اسے بات۔ یہ عورتیں بھی ناخون تک چوس لیتی ہیں۔ بھائی صاحب جیسے نپٹنا چاہتے ہیں" انہیں نپٹ لینے دو۔" اس کی گرفت حاکم کے بازو پہ ڈھیلی پڑی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے حاکم کو دیکھتے ان کے خیالات جان رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار پہلی بار اسے اپنی ماں کے نہ ہونے پہ دکھ

نہیں ہوا تھا۔لبوں پہ کوئی شکوہ نہیں آیا تھا۔اس نے شکر کیا تھا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اس نے اپنی ماں کو ذلیل ورسواء ہوتے نہیں دیکھا تھا۔صد شکر تھا کہ اسکی ماں زندہ نہیں تھی ورنہ شاید آج وہ اپنے ڈیڈی سے شدید نفرت کررہی ہوتی۔

زندگی میں ہر انسان کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کسی کے بچھڑنے میں بھی اللہ کی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جو اس وقت تو نہیں مگر ٹھیک وقت آنے پہ ضرور سامنے آتی ہے۔اس کے بھی سامنے آگئی تھی۔

آج آپ مجھے جان سے بھی مارڈالیں گے ناپھر بھی میں بولوں گی۔"تایا جان جارحانہ انداز میں ان" کی جانب لپکے۔ان کا بھاری ہاتھ ان کو مارنے کیلیے فضا میں بلند ہوا تھا مگر ریم نے لمحے کے ہزاروں حصے میں وہ ان دونوں کے مابین فاصلہ پاٹتے ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ کو سختی سے جکڑ لیا۔حلق میں ابھرتی گلٹی کو حلق میں اتارتے وہ کانپتے ہاتھوں میں بھی مضبوطی لیے تائی جان کے سامنے کھڑی رہی۔اس کی جرأت پہ وہاں سکوت ٹھہر گیا۔سفید رنگ کی شلوار قمیض پہ سیاہ رنگ کا کوٹ پہنے کبیر جو دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے اضطرابی کیفیت میں مسلسل اپنی دائیں ٹانگ ہلا رہا تھا۔ریم کی حرکت پہ اسکی ٹانگ کی حرکت تھمی۔ہاتھ کی مٹھی بنائے جو اضطرابی کیفیت میں وہ ماتھے پہ ہولے ہولے

ماررہا تھاایکدم پر سکون سالبوں پہ ٹھہر گیا تھا۔بھوری آنکھوں میں اضطراب کی جگہ ایک سکون نے لے لی۔وہ حقیقتاً سامنے کھڑی لڑکی کی جرأت پہ سرشار ہوا تھا۔

اے لڑکی تمہاری اتنی جرأت جو اپنے تایا کا ہاتھ روکو۔"تائی جان ابھی بھی صدمے کی کیفیت" میں گھڑی اپنے سامنے ڈھال بنی ریم کو دیکھ رہی تھی جس کا پوراوجود کانپ رہا تھالیکن پھر بھی وہ مضبوطی کی تصویر بنی ڈٹی ہوئی تھی۔حاکم نے آنکھ کے اشارے سے اسے دور ہٹنے کا کہالیکن اس کی ہیزل آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔وہ بے خوفی سے تایاجان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔وہ انسان ہو کر ساکت تھی۔ہاں وہ عورت تھی مگر کمزور نہیں۔وہ کسی چٹان کی مانند مضبوط تھی۔

یہاں مرد ہو کر کسی میں ہمت نہیں کہ اس اٹھے ہوئے ہاتھ کو روک سکے لیکن میں عورت ہو کر" روک بھی سکتی ہوں اور توڑ بھی۔"اس کا پتھریلا سخت لہجہ وہاں موجود ہر افراد کو منجمد کر گیا۔اسکی بات وہاں موجود ہر مرد کی انا پہ تازیانے کی مانند لگی تھی۔ایک جھٹکے سے اس نے ہاشم تایا کا ہاتھ نیچے پھینکا۔وہ اپنی جگہ پہ ہل کر رہ گئے۔مہر ماہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ریم کو دیکھ رہی تھی۔

میرا بچپن گزرا۔اس گھر میں عورت حقیر رہی۔میری جوانی آئی اس گھر میں عورت پیر کی جوتی ہی ہے مگر ابی جان میں اس گھر میں بوڑھا نہیں ہونا چاہتی۔جانتے ہیں کیوں کیونکہ میں اس مقام پہ نہیں آنا چاہتی یہاں تائی جان کھڑی ہیں۔بچپن سے اب تک اس گھر کے مردوں کو میں نے صرف چیختے چلاتے حاکمیت جتاتے ہی دیکھا ہے اور عورتوں کو صرف روتے۔رحم کی بھیک مانگتے۔میری ایک بار یاد رکھیے گا جو مرد عورت کی آنکھ میں آنسو لانے کا سبب بنے وہ مرد اصل میں ہوتا ہی نہیں ہے۔"ایک ایک لفظ نفرت سے ادا کرتے وہ وہاں موجود ہر شخص کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر رہی تھی۔لب بری طرح کپکپا رہے تھے۔ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرتے وہ جیسے خود میں ہمت برقرار رکھنے کے جتن کر رہی تھی۔اس کی آواز بری طرح کانپ رہی تھی۔

"یہ تمہاری بیٹی حاکم۔جس کا اپنا کردار صاف نہیں ہے وہ مجھ پہ بات کرنے چلی ہے۔"مناف نے تڑپ کر اپنے باپ کو دیکھا۔ریم کے کان ان کے اچانک حملے پہ سائیں سائیں کرنے لگے۔ماؤف ہوتے دماغ سمیت اس نے بے یقینی کی کیفیت میں نفی میں سر ہلایا۔ایک بار پھر بات گھوم پھر کر اس کے کردار پہ آگئی تھی۔بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی کپکپاتی انگلیاں وہی ساکت رہ گئی۔اسمارہ اور پھپھو کو یک گونہ سکون سا محسوس ہوا۔

ریمی تم اندر جاؤ۔"ریم نے گھنیری پلکوں کی جھالر اٹھا کر حاکم کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ ایک پل کیلیے حاکم کا دل پسیجا۔

آپ مردوں کو آتا کیا ہے عورت کو کمزور کرنے کے علاوہ مگر ایک بات یاد رکھیے گا۔ تیرہ سال کی تھی میں جب آپ پہلی بار مجھے پہ چلائے تھے۔مجھے گندا کہا تھا آپ نے۔اس دن میں آپ کی عزت کی خاطر خاموش رہی تھی۔ آج مجھے آپکی عزت نہیں بلکہ اپنی عزت نفس پیاری ہے اس لیے میں بولی ہوں لیکن اگر آج کے بعد آپ کا لہجہ اگر میرے ساتھ اونچا ہوا تو پھر میں اس بات کو یقینی بناؤں گی کہ وہ دوبارہ اونچا نہ ہو پائے۔جانتے ہیں کیوں تایا جان۔۔کیونکہ آج آپ کے سامنے جو عورت کھڑی ہیں وہ سائرہ جعفری نہیں ریم جعفری ہے اور میں کمزور بلکل نہیں ہوں۔"ان کی آنکھوں میں سختی سے دیکھتے ہوئے اس نے انگلی اٹھا کر دھمکی دی تھی۔تایا جان کو اسکی جرأت پہ پتنگے ہی لگ گئے۔ریم نے نظر اٹھا کر ابی جان کو دیکھا جن کے چہرے کے تاثرات از حد پتھریلے تھے وہ کچھ بول نہیں رہے تھے لیکن ریم جانتی تھی کہ وہ شدید مشتعل ہیں۔وہ محظوظ کن انداز میں مسکرائی اور اس کی اسی مسکراہٹ نے جلتی پہ تیلی کا کام کیا تھا۔مہرماہ روتی تائی جان کو لیتے کمرے میں آ گئی۔اس دوران ایک بار بھی ریم نے پلکیں نہ جھپکی تھی۔وہ ہنوز ابی جان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔ مقصد انہیں چڑانا تھا۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" دانت پیستے مٹھیاں بھینچ کر انہوں نے حکم دیا تھا مگر وہ پتھر ہوئی کھڑی تھی۔

ذرا سا ارتعاش بھی اسکے وجود میں پیدا نہیں ہوا تھا۔

مرد بنیے ابی جان۔ اس گھر کے سربراہ ہیں نا تو کوئی ایک ایسا کام کر کے بھی دکھایئے۔" وہ بے خوفی سے ان کی آنکھوں میں دیکھتے بول رہی تھی۔ حالات مزید بگڑتے دیکھ حاکم زبردستی اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے کمرے میں لے آئے۔

"آپ نے دیکھا تھا اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو۔"

اس نے کچھ غلط نہیں کیا ڈیڈی۔ میں ریم کے ساتھ تھا ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ چلو میں نہ سہی کوئی تو ہے اس گھر میں بولنے والا۔" مناف کی آنکھوں میں ایک کرب ٹھہرا تھا۔ سیاہ جینز پہ آسمانی رنگ کی شرٹ میں ملبوس جس کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔ ماتھے پہ گرے بال کبیر کو وہ کافی الجھا ہوا محسوس ہوا۔ ایک الوداعی پر شکوہ نگاہ وہ ابی جان پہ ڈالے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں اڑستے جانے کیلیے مڑ چکا تھا۔

تمہیں کیا ضرورت تھی بھلایوں بھرے مجمعے میں یہ سب کرنے کی۔ کمرہ کس لیے بنایا گیا" ہے۔" ابی جان کے سخت لہجے پہ وہ از خود شرمندہ ہو گئے۔ وہ اب کبیر کی موجودگی میں ہی انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر رہے تھے اور کبیر تاسف سے انکی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ انہیں ٹوکنا چاہتا تھا لیکن کس حق سے۔ جو بھی تھا اس کا مقام اس گھر میں محض ملازم تک ہی تھا۔ یہ تلخ حقیقت بھی اسے اچھے سے ازبر تھی کہ ابی جان کو وہ اپنے مفاد کی حد تک ہی عزیز ہے ورنہ وہ اسے نیچا دکھانے میں ایک لمحہ بھی نہ لگائے۔ وہ چہرہ جھکائے ہولے سے ہنس دیا۔ اسکی ہنسی بھی طنزیہ تھی۔ پیشانی مسلتے ہوئے۔۔ الجھے بکھرے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے وہ جیسے ضبط کے آخری مراحل پہ تھا۔

****

عجلت میں سیڑھیاں چڑھتے وہ اپنے کمرے میں آئی اور واشروم کا دروازہ کھولتے اس میں بند ہو گئی۔

"جس کا خود کا کردار صاف نہیں ہے وہ مجھ پہ بات کرنے چلی ہے۔"

تم اس گھر سے جتنا ہو سکے دور رہا کرو تا کہ تمہارا کالا سایہ ہم سب سے دور رہے۔" ایسا محسوس" ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کا سانس روک رہا ہے۔ اپنی گردن پہ دباؤ سا محسوس کرتے وہ گھرے گھرے سانس بھرنے لگی۔ تنفس بری طرح بگڑا تھا۔ پھولی سانسوں سمیت وہ واش بیسن پہ جھکی سب کی

باتیں یاد کر رہی تھی۔واش بیسن پہ جھک کر اس نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے اپنے چہرے پہ مارے تھے۔تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔روئی روئی سی آنکھیں گلابی ہو رہی تھی۔

کون کہتا ہے کہ وقت کی دھول ہر غلطی دبا دیتی ہے۔لڑکیوں کی غلطیاں تو نہیں دبتی۔ان کی غلطیاں تو مرتے دم تک یاد رکھی جاتی ہے۔لڑکیوں کی کچی عمر کی نادانیاں ان کیلیے جان کا وبال بن جاتی ہیں اور آخر میں تھک ہار کر وہی مٹی تلے دب جاتی ہیں۔

اگر مناف بھی ایسا ہوا تو۔"واش بیسن پہ ہاتھ جماتے وہ روتے روتے جھک گئ تھی۔بالوں نے "دونوں اطراف سے اس کے چہرے کو ڈھکا ہوا تھا۔

وہ بھی تو اس گھر کے مردوں میں شمار ہوتا ہے تو پھر وہ اچھا کیسے ہو گا۔آج نہیں تو کل جلد یا بدیر وہ" بھی بدل جائے گا۔"ریم نے بے ساختہ نگاہ اٹھائی۔کچھ حیرت سے اپنا عکس دیکھا۔

وہ بھی بدل جائے گا۔"اس کے لبوں میں جنبش ہوئی۔"

تمہیں مناف قبول کر رہا ہے تو ناشکری کیوں کر رہی ہو۔تم جیسی لڑکی جس کا کردار سب کی نگاہ" میں مشکوک ہو۔جس کی حرکتیں خراب ہو۔مختصر تم جیسی آوارہ لڑکی کو ایسے لڑکے ہی ملتے

ہیں۔قبول کرلو گی پھر ایسوں کو؟"کسی کا کاٹ دار لہجہ اسے چھلنی کر گیا۔وہ کرب سے لب بھینچ کر رہ گئی تھی۔ایک لمحے کیلیے سکوت چھا گیا تھا۔

مجھے ڈر لگتا ہے مردوں سے۔مجھے خوف آتا ہے ان کی اونچی آواز سے۔مجھے کپکپی آتی ہے ان" مردوں سے جو عورت پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں۔میں نے خود سے منسلک کسی مرد کو اچھا نہیں پایا سوائے ڈیڈی کے مگر وہ بھی۔۔"اس کی آواز غم سے بوجھل ہو رہی تھی۔

"!تم لڑکی ہو تو کیا ہوا ریم تم انکار کا حق رکھتی ہو۔تم اپنی زندگی کے فیصلے کا حق رکھتی ہو۔"

کیا یہ سب اتنا آسان ہے۔"وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔"

"تم مضبوط رہو بس۔ہر چیز آسان ہو جائے گی۔"

ہر انسان میرے خلاف ہے اس گھر میں۔ایک انجان شخص میری جان لینے کے درپے" ہیں۔میری سرگرمیوں پہ نظر رکھتا ہے۔مجھے قیدی بنا رکھا ہے اس نے اور میں مضبوط رہوں۔نجانے کونسا ایسا گناہ کیا ہے میں نے جس کا خمیازہ تاعمر مجھے بھگتنا ہے۔"وہ رو رہی تھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔اپنی خراب قسمت پہ سسک رہی تھی۔

غلطیوں سے انسان سیکھتا ہے مگر تم نے تو اپنی غلطیوں سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ تم کل بھی روتی تھی آج بھی روتی ہو۔ مضبوطی صرف یہ نہیں کہ سب کے سامنے ڈٹ جاؤ اور تنہائی میں آنسو بہاؤ۔ مضبوطی وہ ہے کہ جو تمہاری آنکھ میں آنسو لانے کا سبب بنے وہ بھی تمہاری وجہ سے خون کے آنسو روئے لیکن تم ابھی بھی اسی مقام پہ کھڑی ہو۔" کچھ تکلیف بے بسی اور آرزدگی سے وہ خود کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"تم نے ایک بار پھر خود کو حالات کے ریلے میں بہنے کیلیے چھوڑ دیا ہے۔ تم نے خود کو عدم کر دیا ہے۔ سب سے پہلے تمہیں خود ثابت قدم رہنا ہو گا۔ تمہیں اپنی اہمیت کا اندازہ کرنا ہو گا۔ اللہ کی مدد چاہتی ہو تو تمہیں پہلے خود اپنی مدد کرنی ہو گی۔ اللہ بھی انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنے لیے کچھ کرنے کی ٹھانتے ہیں۔"

نچلا لب بے دردی سے رگڑتے ہوئے اس نے آنسوؤں پہ قابو پانے کی سعی کی تھی۔

"تم نے اپنی دوست کو جان سے مار دیا ریمی۔ تم اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو۔ یہ تو تمہاری بہترین دوست تھی نا۔" شور ایک بار پھر بلند ہوا تھا یہاں تک کہ اس کے کانوں سے خون رسنے لگا تھا۔ وہ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے چہرے پہ مارنے لگی۔

تم ایک گندی لڑکی ہو ریمی۔گندی لڑکی ہو تم۔"کانوں پہ ہاتھ جماتے اس نے بھیگے چہرے سمیت"
آئینے میں دیکھا۔پانی ٹھوڑی سے ٹپکتے بیسن پہ گر رہا تھا۔

ایک غلط فیصلہ اس کے گلے کا پھندا بن گیا تھا۔"

غلط فیصلہ۔۔۔

گناہ۔۔

یا پھر خطاء۔۔

دروازے پہ دستک کے ساتھ اسکی سوچوں میں خلل پیدا ہوا۔چہرہ تولیے سے اچھی طرح صاف کرتے وہ بے تاثر چہرے سمیت باہر چلی آئی۔حاکم بیڈ پہ بیٹھے اسی کے منتظر تھے۔ان کے ہاتھ میں موجود فریم دیکھ وہ ٹھٹھکی۔مہیر کی تصویر۔اس نے اذیت سے سوچا۔اس نے بہت بار ڈیڈ کو یونہی بلاوجہ مہیر کی تصویریں تکتے دیکھا تھا۔وہ اس کی تصویر دیکھتے کہی کھو جاتے تھے۔اس کے چہرے کو دیوانوں کی طرح ہاتھوں سے چھوتے تھے جیسے وہ ان کے روبرو ہو۔ایسی دیوانگی تو اس نے کبھی اپنے باپ کی ماں کیلیے نہ دیکھی تھی۔

مہیر ریم کی بڑی بہن۔ جس کی جان استھما جیسے مرض نے لے لی تھی۔اس گھر کی بیٹیوں کیلیے یہ زندگی نجانے کیوں مہربان نہیں تھی۔ مہرماہ اور مہیر دونوں ایک دونوں کا عکس تھی۔ مہرو بلکل مہیر کا پرتو تھی تبھی شاید ڈیڈ اس سے کنچھے کنچھے سے رہتے تھے۔وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ مہیر اتنی پیاری تھی کہ شاید اسے کسی کی نظر کھا گئی۔ورنہ استھما جیسا مرض اتنا بھی جان لیوا نہیں کہ وہ کسی کی جان لے لے مگر۔۔۔

اس نے ایک گہری نگاہ حاکم پہ ڈالتے اپنے بالوں کو جوڑے میں مقید کرنا شروع کیا جیسے ابھی کچھ دیر قبل یہاں کچھ نہ ہوا ہو۔ حاکم نے مہیر کی تصویر سے نگاہیں ہٹا کر گہری نگاہوں کے اس کے سفیدی مائل چہرے کو تکا جو بے تاثر تھا۔ان کی نگاہوں کا ارتکاز خود پہ محسوس کر وہ پلٹ کر مسکرائی۔اس کی مسکراہٹ بھرپور تھی۔وہ انہیں مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لمحے اس بات کا ادراک اسے شدت سے ہوا تھا کہ چاہے باپ جتنا بھی برا ہو مگر بیٹیاں باپ سے نفرت نہیں کر سکتیں۔ کبھی نہیں۔

تم نے جو آج نیچے کیا ہے اس سب کا سبب جان سکتا ہوں۔" ان کی نگاہوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ" دھیرے سے ہنس دی۔ صرف لب ہی نہیں اسکی آنکھیں بھی مسکرائی تھیں۔ حاکم نے تعجب سے اسے دیکھا۔

اور جو آپ نے کیا ہے ڈیڈی۔ اس کا تو سبب بھی مجھے نہیں جاننا۔ وہ کیا ہے نا اس گھر کے مردوں کی" فطرت سے میں بخوبی واقف ہوں۔" حاکم خاموش رہے۔ سر جھکا رہا۔ انگلیاں مسلتے ہوئے وہ اب کچھ مضطرب سے نظر آ رہے تھے۔

میں گزری بات یہاں نہیں کرنا چاہتی ڈیڈی۔ نیچے جو بھی میں نے کیا مجھے اس بات کا ذرا برابر بھی" گلٹ نہیں ہے۔ بس ایک سکون سا ہو گیا ہے آج کہ صد شکر میں نے اپنے ماں باپ کو کبھی ساتھ دیکھا ہی نہیں۔ اللہ کے فیصلوں میں مصلحت ڈھونڈتی تھی میں کہ ماں کے جانے میں بھی بھلا کوئی مصلحت ہو سکتی ہے۔ ہاں ڈیڈی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ذات مجھے آپ سے نفرت نہیں کروانا چاہتی تھی۔ اگر آج میری ماں کی ذات آپ قدموں تلے روندتے وہ بھی میری نگاہوں کے سامنے تو آج دنیا میں سب سے زیادہ نفرت مجھے آپ سے ہوتی۔" ریم نے جن نگاہوں سے انہیں دیکھا وہ اندر تک کٹ کر رہ گئے۔

ریمی۔"وہ بے بسی سے کہ اٹھے۔"

دکھ ہوا ناسن کر۔مجھے بھی ہوا تھا جب آپ نے تائی جان کے حق میں آواز نہیں اٹھائی تھی۔"اس کی آواز یکایک بلند ہو گئی تھی۔حاکم کی پیشانی پہ یکے بعد دیگرے سلوٹیں نمودار ہوئی۔ریم کا تنفس بھاری ہو رہا تھا۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھی مگر آنسو۔بس آنسو نہیں تھے ایک سکون تھا۔اپنی پیشانی مسلتے وہ کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ریم نے اپنی آنکھوں کے نیچے کنسیلر کی تہہ لگانا شروع کی۔

"تم جانتی ہو کہ بھابھی تمہارے حق میں ظالم ہیں پھر بھی۔"

غلط ڈیڈی۔غور کرتے کبھی آپ تو آپ کو معلوم ہوتا کہ کڑوا لہجہ رکھنے والی ہر عورت ظالم نہیں ہوتی کچھ مظلوم بھی ہوتی ہیں۔"آنکھوں کے نیچے پاؤڈر لگاتا اس کا ہاتھ تھما۔وہ پلٹی اور اطمینان سے بولتے انہیں بے سکون کر گئی۔کس قدر پریشان لگ رہے تھے وہ۔اس سے قبل کہ وہ کمرے سے نکلتے ریم کی مدھم آواز نے ان کے قدموں کو جکڑ لیا۔

"ڈیڈی مجھے اپنی کچھ دوستوں کے ساتھ ٹرپ پہ جانا ہے۔"

اگر کبیر کو ساتھ لے کر جانا چاہتی ہو تو موسٹ ویلکم ورنہ تم کہی نہیں جاؤ گی۔"ریم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جب وہ بولے تو ان کا لہجہ ہموار تھا۔

میں اس ڈرائیور کے ساتھ قطعی نہیں جاؤں گی ڈیڈی۔"اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔یہ کبیر نامی دم چھلا نجانے اسکی زندگی سے کب جانا تھا۔نہ خوف تھا اسکی آنکھوں میں نہ وحشت اور نہ گھبراہٹ۔حاکم لاپرواہی سے شانے اچکاتے کمرے سے باہر نکل گئے۔ریم ڈریسنگ ٹیبل پہ پاؤڈر پٹختے دانت کچکچا کر رہ گئی۔زندگی کا سکون اس ڈرائیور کی وجہ سے تہس نہس ہو گیا تھا۔مٹھیاں سختی سے بھینچے لب باہم پیوست کیے ریم برداشت کی انتہا پہ کھڑی تھی۔اپنے کمرے سے نکل کر وہ لاؤنج میں موجود سب کو دیکھا ان دیکھا کرتے باہر لان میں چلی آئی۔ارادہ ٹھنڈی ہوا میں سانس لینے کا تھا۔لان میں موجود چیئر پہ بیٹھتے وہ اس ڈرائیور کو ناک وچنے چبوانے کیلیے اگلا لائحہ عمل طے کر رہی تھی کہ کوئی اس کے مقابل آ کر بیٹھا۔ریم نے نگاہ اٹھا کر سامنے بیٹھنے والی شخصیت کو دیکھا۔وہ مناف تھا۔ریم نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔دونوں کے درمیان خاموشی کا راج تھا۔مناف کو ریم کی خاموشی سے الجھن ہونے لگی۔وہ بلکل بھی کم گو نہیں تھی جو اسے مخاطب ہی نہ کرتی۔

کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہیں میری موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔"دونوں ہاتھوں کی انگلیوں" کو باہم ملائے اس نے گہری سانس لے کر کہا۔وہ اس کے بالمقابل لان چیئر پہ بیٹھی دور باؤنڈری وال پہ بنی بیل کو دیکھ کم گھور زیادہ رہی تھی۔مناف کے شکایت آمیز لہجے پہ اس نے گردن ہلائے بغیر بس نظریں گھمائی اور مناف پہ ٹکا دی۔

تم شاید اس وقت مجھے اپنے سامنے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی؟"اس نے لفظوں کی ہیر پھیر کرتے" اپنا سوال دہرایا۔سیاہ آنکھوں میں کرب ٹھہرا تھا۔

اس متعلق میں آپ کو کیا کہوں اب؟"اس نے ناخنوں کو کھرچتے لاپرواہی سے شانے" اچکائے۔مناف اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"مطلب تم میری بات سے اتفاق کر رہی ہو کیونکہ تم نے میری بات کو ٹالا نہیں۔"

ایسا کچھ نہیں ہے۔اگر ایسا کچھ ہوتا تو میری کیا مجال جوان گھر کے مردوں کو ناراضگی دکھا" سکوں؟"ریم نے اسکی بات ٹال کر کہا۔اس کا لہجہ اب بھی اتنا ٹھنڈا اور چہرہ بے تاثر تھا جتنا پہلے تھا۔مناف ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"تم اب بات کو غلط رخ دے رہی ہو اور مجھے بھی اس گھر کے مردوں میں شمار کر رہی ہو۔"

مردوں میں نہیں تو کیا عورتوں میں شمار کروں جو ہاتھوں میں چوڑیاں ڈالے اپنی زندگی کا اچھے یا" برے دونوں وقتوں سے لطف اندوز ہو رہی ہوتی ہیں۔"مناف کو اس بار بات کرتے ہوئے وہ مزید کچھ خفا محسوس ہوئی۔

تم اب غلط بات کر رہی ہو ریمی۔"مناف نے اسے ٹوکا۔"

اس گھر کی عورت ہوں ہاں کے علاوہ جواب میں کچھ بھی بولے دے وہ غلط ہی ہو گا آپ مردوں" کے نزدیک۔ اس میں نیا کیا ہے؟ ٹھیک ہے اب سے آپ میرے سامنے لمبی لمبی تقریریں بھی کریں گے تو میں بس ہوں ہاں ہی کروں گی یا پھر آپ کی پسند کے جواب مجھے ایک لسٹ بنا کر دے دیں۔ میں وہ دے دیا کروں گی۔" وہ بلکل سنجیدہ تھی۔ مناف نے صدماتی کیفیت میں اسے دیکھا۔ وہ اتنی تلخ تو کبھی نہیں تھی اور اس کے ساتھ تو کبھی نہیں مطلب بھرپور انداز میں ناراضگی جتائی جارہی تھی۔

"تم مجھے کچھ بھی جواب دے سکتی ہو ریمی۔ مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں برداشت کر سکوں۔"

ابھی برداشت کر سکو اور بعد میں شادی کے بعد گن گن کے بدلے لوں۔ ہاشم تایا کی" طرح۔ شادی کے بعد یہی سب تو برداشت کرنا ہے۔ نیا کچھ بھی نہیں ہے۔ بچپن میں سب دیکھا ہے بڑے ہو کر پریکٹیکلی مجھے بھی یہی سب سہنا ہے۔" ریم نے قطعیت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

مجھے معاف کر دو ریمی۔ میں ڈیڈی کے سامنے بول کر ماحول مزید گرم۔ بچپن کی باتیں تمہیں" کہاں یاد ہو نگی اب جو میں کچھ یاد دلاؤں تمہیں۔" ریم نے ایک بار پھر اسکی بات کاٹ دی۔

بچپن کی باتیں صرف مجھے ہی تو یاد ہیں۔ کوئی بھولنے کہاں دیتا ہے۔۔" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔"

مجھ سے معافی کیوں مانگ رہے ہیں آپ مناف۔ مجھ سے معافی مت مانگیں۔ تائی جان کے پاس" جائیں۔ ان کا غم ہلکا کریں۔ رہی بات میرے اس رشتے پہ آمادہ ہونے کی تو پریشان مت ہو۔ رو کر یا ہنس کر میں آپ کے ساتھ منسوب ہو چکی ہوں۔ کل آپ کی حاکمیت میں بھی آجاؤں گی۔ میں آپ کے ساتھ یہاں بیٹھی ہوں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ میں اس رشتے پہ آمادہ ہوں اس رشتے کو اہمیت دیتی ہوں ورنہ انجان لوگوں کے ساتھ کوئی بھی اتنی دیر بیٹھ کر باتیں نہیں کر سکتا نا۔" وہ ایک لمحے کیلیے رکی۔

میں خاموش اس لیے رہنا چاہتی ہوں کیونکہ میں کوئی غلط بات کہنے سے ڈرتی ہوں۔ کوئی ایسی بات" جس کا خمیازہ مجھے مرتے دم تک بھگتنا پڑے۔ میں اپنی زبان سے کوئی ایسے الفاظ نہیں نکالنا چاہتی جس کی بدولت مجھے آپ کا غلام ہونا پڑے۔ ہم دونوں ملیں یا نہ ملیں۔ گھنٹوں باتیں کریں یا نہ کریں ہمارا رشتہ وہی رہے گا جو ہمارے بڑوں نے طے کیا ہے لیکن اگر پھر بھی آپ چاہتے ہیں کہ میں دن کے چوبیس گھنٹے بھی آپ سے باتیں کروں تو آپ تو مرد ہیں حکم صادر کر سکتے ہیں؟ میں وہ بھی کرلوں گی۔" مناف کچھ بول نہ سکا۔ اس کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔ اس نے اس لمحے کو کوسا جب وہ ریم کے سامنے آکر کرسی پہ بیٹھا تھا۔

ریمی خود کے لہجے میں تلخی گھول کر مجھے اپنے آپ سے بدگمان مت کرو۔میں تمہیں تم سے بہتر" "سمجھتا ہوں اور یہ بات تم بھی خوب سمجھتی ہو۔

میں کیوں آپ کو خود سے بدگمان کروں گی؟"اس کے لہجے میں موجود حیرت کے عنصر نے مناف" کو گہرا سانس بھرنے پہ مجبور کردیا۔

تاکہ میں تم سے شادی سے انکار کردوں۔"وہ اس کے چہرے پہ نظریں جمائے سپاٹ لہجے میں" بولا۔ریم کا چہرہ لٹھے کی مانند سپید پڑ گیا۔اس بے بمشکل حلق میں ابھرتی گلٹی کو نیچے اتارا اور کانپتے ہاتھوں کو گالوں پہ پھیرتے نگاہیں چرائی۔سامنے بیٹھا شخص اس کے دل تک رسائی حاصل کرچکا تھا۔ریم کے نگاہیں پھیرنے پہ وہ دھیرے سے مسکرایا۔اسکی مسکراہٹ میں بھی ٹوٹے کانچ کی کرچیاں تھیں۔

جب سب کچھ جان ہی گئے ہیں تو پھر آپ مجھ سے شادی مت کریں میں اپنے ساتھ ساتھ آپ کی" زندگی داؤ پہ نہیں لگا سکتی۔اگر آپ میرے بارے میں نہیں سوچ سکتے تو پلیز تائی امی کے بارے میں سوچیں۔وہ ٹھیک کہتی ہیں میرا ساتھ محض بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔مناف نے سیاہ آنکھوں میں الجھن لیے اسے دیکھا۔

تمہارا ساتھ بربادی نہیں زندگی ہے۔" یہ شاید اعتراف کا لمحہ تھا۔ ریم کی دھڑکنیں تھم گئیں۔ سماعت پہ یقین نہ آیا۔ خواہ مخواہ نگاہیں چراتے وہ یہاں وہاں دیکھنے لگی۔ مناف دھیرے سے مسکرایا۔ ریم عجلت میں اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس سے قبل کہ وہ اندر جاتی پاؤں میں کچھ لگنے کی بدولت وہ رکی تھی۔ وہ پائل تھی جو یقیناً اس کے جلد بازی میں اٹھنے کی بدولت سبزے پہ گری تھی۔ اس نے جھک کر پائل اٹھائی اور واپس کرسی پہ بیٹھتے اسے بند کرنے لگی۔ جوڑے سے چند آوارہ لٹیں نکلتے اس کے گالوں کو چوم رہی تھی۔ مناف نے محویت سے اس منظر کو تکا۔ ہولے سے ہاتھ اپنی جیب پہ رکھا اور مقام قلب سہلایا۔ وہاں موجود چیز نے اسے تسلی دی تھی۔ جب یہ پائل اسے اتنی عزیز تھی تو یہ پائل جس کی تھی اس سے دیوانگی کا کیا عالم ہونا تھا۔ بغور ریم کو تکتے ہوئے اس نے سوچا۔ لب خود بخود مسکرا اٹھے۔

"میں بند کر دوں پائل۔" سیاہ آنکھیں اس پہ مرکوز کیے وہ اجازت طلب کر رہا تھا۔ وہ اسکی موجودگی سے نروس سی ہو گئی تبھی ہاتھ سے پائل چھوٹتے ایک بار پھر نیچے جا گری۔ اس سے قبل وہ جھک کر پائل اٹھاتا ابی جان کی آواز پہ وہ وہی تھم گیا۔

میں ابھی آیا۔" ایک نظر اسے دیکھ وہ اندر چلا گیا۔ ریم نے ویران نگاہوں سے اس کی چوڑی پشت کو تکا جو آہستہ آہستہ اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ اس گھر میں موجود ہر شخص اس کیلیے اہمیت کا حامل تھا ماسوائے اسکے پھر بھی وہ شخص اس سے محبت کا دعویدار تھا۔ وہ اپنا دکھتا سر دونوں ہاتھوں میں گرا گئی۔

"چھوٹے مالک کا کہنا ہے کہ آپکو شاید کسی ٹرپ پہ جانا ہے۔" نزدیک سے ابھرنے والی آواز پہ پائل کو زمین سے اٹھا کر مٹھی میں بھینچتے وہ شدید غصے کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہی نہیں جانا مجھے۔ سمجھے تم۔" اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ اچانک مسکرایا اور نگاہیں پھیر گیا۔ اسکے لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ دیکھ ریم نے دانت کچکچائے۔

"دیکھیں بی بی جی اگر آپ میری وجہ سے جانے سے انکار کر رہی ہیں تو مت کریں۔" ریم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جب وہ بولا تو لہجہ ہموار تھا۔

"میرے معاملات میں دخل اندازی مت کرو ورنہ۔۔" اس نے زور سے کرسی کو پیر سے ٹھوکر مارتے تنبیہی نگاہوں سے سامنے کھڑے عذاب کو دیکھا۔

ورنہ کیا۔۔۔؟"سوالیہ ابرو اچکا کر اس نے پوچھا۔ریم کے چہرے کے تاثرات ایک لمحے کیلیے" بدلے تھے۔اس کی آنکھوں میں جھانک کر پورے اعتماد کے ساتھ کھڑا یہ سچ میں وہ شخص ہی تھا جو خود کو اسکا ڈرائیور کہتا تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ تم میرے ڈرائیور ہو۔"

کل آپ بھی تو بھول گئی تھی اس لیے آج میں بھی بھول گیا کہ آپ میری مالکن ہیں۔"ریم شعلہ " بار نگاہیں اس پہ جمائے کھڑی رہی۔کبیر دونوں ہاتھ پشت پہ جمائے اس سے چار قدموں کی دوڑی پہ کھڑا تھا یہاں تک کہ اسکی مخصوص کلون کی خوشبو اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔اگلے ہی لمحے نجانے کیوں وہ ٹھٹھکی۔ایک لمحے کیلیے اسکی آنکھیں پھیلی پھر ٹھکانے پہ آگئی۔ذرا سا ترچھا ہوتے اس نے کبیر کی قمیض کے کالر سے جھانکتی گردن کو دیکھا۔

یہ تمہاری گردن پہ یہ نشان کیسا ہے ڈرائیور۔"کبیر نے عجلت میں اپنا کالر درست کیا۔ریم اس کے" لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ دیکھ الجھی۔

اپنی نگاہوں کو لگام دیں بی بی جی۔بہک رہی ہیں یہ۔"ریم کو اس کے لبوں کو تبسم اپنا مذاق اڑاتا" محسوس ہوا تھا۔وہ اسے چڑا رہا تھا اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ چڑ بھی رہی تھی۔وہ تلملا کر رہ

گئی۔ہیزل آنکھوں میں ناگواری لیے وہ پیر پٹخ کر جانے کیلیے مڑی تبھی ایک بار پھر وہ اس کے مقابل آ گیا لیکن فاصلہ اب بھی برقرار تھا۔

"مت کریں انکار جانے سے بی بی جی۔اتنا برا تو نہیں ہوں میں۔صرف آپ کی حفاظت ہی تو کرتا ہوں۔"ریم نے جذبات کی شدت سے سرخ ہوتی آنکھوں سے سامنے کھڑے لمبے چوڑے وجود کو دیکھا۔دانت یوں کچکچائے جیسے دانتوں تلے کبیر ہی ہو۔

"تم جتنے برے ہو نا یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا اور میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔"انداز پھاڑ کھانے والا تھا۔

"غلط اس وقت آپ کی حفاظت صرف میں کر سکتا ہوں۔"اس کے بھاری مگر پر سکون لہجے میں دوبدو بولنے پہ وہ کئی ثانیے اسکی طرف دیکھتی رہی۔وہ بھی اسے دیکھتا رہا۔فرق صرف اتنا تھا کہ وہ مسکرا رہا تھا اور ریم دانت کچکچا رہی تھی۔ڈرائیور تھا مگر دھونس ایسے جماتا تھا جیسے اس کا شوہر ہو۔اس پہ حق رکھتا ہو۔غصے سے سر جھٹکتے وہ اندر چلی آئی۔

لاؤنج میں آتے ہی کسی غیر معمولی پن کے احساس سے ریم اور کبیر کی نگاہیں بیک وقت ایک دوسرے کی جانب اٹھی۔لاؤنج میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔عین وسط میں رکھے صوفے پہ ابی جان

ساکت بیٹھے تھے۔ فون کان سے لگا ہوا تھا۔ چہرے کی رنگت پھیکی پڑ رہی تھی۔ ان کے ڈھلکے شانوں کو دیکھ ریم کا دل نجانے کیوں سکڑ کر پھیلا۔ کچھ غلط ہونے کے خیال نے شدت سے اس کے سینے میں سر اٹھایا تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں سمیت چلتے وہ حاکم کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ ریم نے سوالیہ نگاہیں ابی جان کی جانب اٹھائی۔ انہوں نے قہر برساتی نگاہوں سے ریم کے الجھے تاثرات دیکھے اور فون دوسرے ہاتھ میں لیتے سپیکر پہ ڈال دیا۔ ریم نے چونک کر انہیں دیکھا۔

چوری چھپے شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں جعفری ہاؤس میں۔" ریم کے قدم لڑکھڑائے۔ یہ " آواز۔۔ مطلب بات یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے سختی سے صوفے کی پشت کو تھامتے خود کو گرنے سے بچایا۔ آنکھوں کے آگے باقاعدہ اندھیرا سا چھایا۔ لب بری طرح کپکپانے لگے۔ باقی سب نفوس بھی حیرت سے دم سادھے دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز سن رہے تھے۔

لیکن میرے ہوتے ہوئے تم نے ایسا کیسے سوچ لیا نور امان جعفری کہ مجھ سے یہ سب چھپا رہے " گا۔ وہ بھی ریم کے متعلق۔ وہ لڑکی صرف میری ہے۔ یہ بات جانتے ہو نا تم۔ پھر بھی اتنی دیدہ دلیری کہ میرے ہوتے ہوئے اسے کسی اور کی سرپرستی میں دینے جا رہے ہو۔" مناف کی آنکھوں میں اسکی بیہودہ بکواس پہ خون اتر آیا۔ ریم نے سہمی ہوئی نگاہ حاکم کی جانب اٹھائی جیسے انہیں یقین

دلانا چاہتی ہو۔ ابی جان نے استہفامیہ نگاہیں ریم کی جانب اٹھائی جو آنکھوں میں خوف وہراس لیے کانپ رہی تھی۔

لگتا ہے اپنے پوتے کی جان تمہیں پیاری نہیں ہے۔"سائرہ تائی نے اس کا زہر خند لہجہ سن تڑپ کر" مضبوطی سے مناف کا بازو تھام لیا جواب انہیں بازوؤں کے حصار میں لیتے ان کا سر تھپک رہا تھا۔

سوچ لو نکاح تو تم پڑھوا دوگے مگر رات میں اپنے پوتے کا جنازہ اٹھاتے ہوئے دل نہیں تڑپے گا" تمہارا۔ بیوہ ہو جائے گی تمہاری گھر کی عورت مگر تمہیں اپنے بیٹے سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔"ٹوں ٹوں کی آواز کے ساتھ ابی جان کی گرفت موبائل پہ مضبوط ہوئی تھی۔ آنکھوں میں تنفر سمٹ آیا۔

تم جانتی ہو اسے۔"خشک لبوں کو تر کرتے ریم کی نگاہ ابی جان کی جانب اٹھی۔ جن کی آنکھیں" شعلے اگل رہی تھیں۔ ریم کی آنکھوں میں خوف اور وحشت اتر آئی۔ کون بھلا اسکی بات پہ یقین کرے گا۔ یہاں موجود کوئی بھی شخص اگر اس پہ اعتماد کرتا تو وہ آج اس نہج پہ تو کبھی نہ ہوتی۔ وہ اپنے تمام مسائل سے ان لوگوں کو آگاہ کرتے خود پر سکون ہوتی۔ اندر ہی اندر مر نہ رہی ہوتی۔

نہیں ابی جان میں سچ میں اس شخص کو نہیں جانتی۔" بگڑے تنفس سمیت ریم نے بس اتنا ہی کہا۔"

ٹھیک ہے بس اتنا کافی ہے۔"انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ اپنے کپکپاتے ہاتھوں کو بھینچ" کر ریم نے خشک پڑتے لبوں کو دبایا۔ اس کی جان نکل رہی تھی مگر پھر بھی وہ پورے ہوش و حواس میں ان سب کی کاٹ دار نگاہوں کو خود پر محسوس کر رہی تھی۔ ان کے چھلنی کرتے لہجے سن رہی تھی۔

تمہیں میں نے کہا تھا کہ یہ بات باہر تک نہ پہنچے۔" گردن موڑ کر انہوں نے اب کی بار کبیر سے" سوال کیا۔ سلگتی نگاہیں اس کے چہرے پہ جمی تھیں۔ اس نے ناسمجھی کے عالم میں ابی جان کو دیکھا۔

لیکن ابی جان میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ آپ مجھ پہ الزام نہیں لگا سکتے۔" دھیرے سے بولتے" آخری جملے میں اس کا لہجہ کافی سے زیادہ سرد ہو چکا تھا۔ ابی جان اپنی ناکامی پہ شدید مشتعل دکھائی دے رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ انجان شخص ان کے سامنے ہوتا اور وہ اس کا سر تن سے جدا کر دیتے۔

تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے آج۔ مناف اس گھر کا اکلوتا وارث ہے اگر اسے کچھ ہوتا ہے تو ہم" تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔" اسکی بھوری آنکھوں کو اپنی آنکھوں کے فوکس میں لیتے وہ غرائے۔ اس لمحے وہ فراموش کر بیٹھے تھے کہ سامنے کھڑی ہستی انہیں کس حد تک عزیز ہے۔ وہ جو

ان دونوں میں اختلاف لانے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی آج یوں ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھ نجانے کیوں دل میں ٹیس سی اٹھی۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آنکھیں وحشت سے پھیلی ہوئی۔

میں آپ کو مایوس نہیں کر سکتا۔ بچپن سے اب تک صرف آپ کے حکم کے آگے سر جھکایا" ہے۔ آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ بات غلط ہو یا ٹھیک کبیر جاہ نے کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں بڑے مالک۔" وہ اب ان کے قدموں کے نزدیک دوزانوں بیٹھا تھا۔ سر ہمیشہ کی طرح جھکا ہوا لہجہ ویساہی نرم اور پر سکون تھا۔ ہاں وہ غلام تھا ابی جان کا خاص غلام۔ جسے آسمان پہ بٹھا کر اگلے ہی لمحے زمین پہ پٹخنے کا اختیار بھی انہیں ہی حاصل تھا۔ ریم استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔ مطلب ابی جان نے کبیر پہ بھی اسکی اوقات واضح کر ہی دی۔ جیت ایک بار پھر اس گھر کے مردوں کی ہوئی تھی اور کبیر اس گھر کا حصہ تھوڑی تھا وہ ابی جان کا غلام تھا۔

تو پھر مولوی کہاں ہے کبیر۔" وہ بولے نہیں تھے پھنکارے تھے۔ ان کا سخت پتھریلا لہجہ اور" آنکھوں کا تاثر وہاں موجود ہر افراد کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑا گیا۔ وہ ان کی بات کا بغیر کوئی جواب دیے گھٹنوں پہ دباؤ بڑھاتے اٹھا اور اپنی قمیض جھاڑتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ دیر

بعد اسکی واپسی ہوئی تھی لیکن اس کے عقب میں آتے مولوی کو دیکھ جہاں ریم کی آنکھیں بے یقینی کی کیفیت میں پھیلی وہی ابی جان مسکرائے تھے۔انہیں ناکامی نہیں ہوئی تھی۔

کل تمہاری باتوں پہ ہم اس لیے خاموش تھے کیونکہ ہم تمہیں عملی طور پہ اس بات کا ثبوت دینا" چاہتے تھے کہ ہم آخر کیا کر سکتے ہیں۔"ان کے رعونت بھرے لہجے پہ ریم کی سماعتیں سائیں سائیں کرنے لگی۔کیا سچ میں وہ اس کے دادا تھے۔اس قدر کٹھور سنگ دل۔آنکھوں میں ابھرتی نمی کو اس نے پلکیں جھپکا کر بمشکل روکا تھا ورنہ ممکن تھا کہ آج ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے۔نجانے ایکدم سے بازی کیسے پلٹا کھا گئی تھی کہ اسے اور مناف کو آمنے سامنے صوفے پہ لاکر بٹھایا گیا۔ریم کا دل بلکل خاموش تھا۔وہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی لیکن کیسے اسے اپنا وجود بے جان ہوتا محسوس ہوا۔بال بری طرح چہرے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ہیزل آنکھوں میں ویرانی لیے اس نے اپنے باپ کو دیکھا مگر وہ نگاہیں پھیر گئے۔ارمانوں کا تو اسی لمحے خون ہو گیا تھا۔مناف کی جانب نگاہ اٹھائی تو وہاں سکون تھا سب کچھ پا لینے کا سکون اور تائی جان۔وہ روتی بلکتی اپنے بیٹے کی زندگی کیلیے فریاد کر رہی تھی۔

پلیز میری نہ سہی۔ ایک ماں کی فریاد ہی سن لیں ابی جان۔" اسے اپنی آواز کہی دور سے آتی محسوس ہوئی۔ ابی جان کے اشارے پہ مولوی نے نکاح شروع کروایا۔ اگلے ہی لمحے باہر ہوتی بے دھڑک فائرنگ کی آواز پہ سب کی حالت بری ہو گئی۔ خاموش ماحول میں شور سا برپا ہو گیا۔ عورتوں کے چیخنے چلانے پہ ابی جان نے پریشانی سے کبیر کو دیکھا جو اس اچانک ہوئی افتاد پہ خود پریشان تھا۔ بس ایک ریم تھی جو ساکت بیٹھی تھی۔ اس کے اندر اتنا شور تھا کہ باہر ہوتے شور کی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ فون ایک بار پھر بجا تھا۔ ابی جان کے حواس بحال ہونا شروع ہوئے۔ انہوں نے کپکپاتے ہاتھوں سے موبائل سامنے کرتے نمبر دیکھا۔ وہی انجان نمبر تھا۔ انہوں نے فون بنا کسی تردد کے کبیر کو تھما دیا۔

میں نے کہا تھا نا کہ ایسی جرأت مت کرنا۔ اگلے بارہ گھنٹے۔ صرف بارہ گھنٹے اور مناف جعفری اوپر کی جانب پرواز کر جائے گا۔ بچا سکتے ہو تو بچا لو۔" فون بند ہوتے ہی کتنی ہی دیر کبیر ابی جان کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ کوئی امید کوئی یقین یا پھر زندگی کے کوئی رنگ۔۔ کچھ تو نظر آتا مگر وہاں ایک مہیب تاریکی تھی۔۔ ایک مہیب سناٹا تھا۔ فائرنگ کی آواز بند ہو چکی تھی۔ مناف اس انجان شخص کی دھمکی پہ بے یقین بیٹھا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں۔"

نہیں تم کہی نہیں جاؤ گے۔"ابی جان نے مضبوطی سے کبیر کا بازو تھام لیا۔وہ حقیقتاً خوفزدہ دکھائی" دے رہے تھے۔

مناف تو یہ شادی نہیں کرے گا ورنہ میں اپنی جان لے لوں گی۔"سائرہ تائی کی بھیگی تڑپ زدہ" آواز نے ریم کے وجود پہ طاری جمود کو توڑا تھا۔اس نے گردن موڑی اور انہیں دیکھا۔تیز چھڑی کلائی پہ رکھے وہ اپنے بیٹے کے آگے گڑگڑا رہی تھیں۔وہ ماں تھی اپنی اولاد کیلیے تڑپ سکتی تھی۔کوئی شے پھانس کی طرح اس کے حلق میں اٹکی تھی۔

ممی میں ریم سے محبت کرتا ہوں۔آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہی۔میں اسے ان حالات میں تنہا" نہیں چھوڑ سکتا۔"مناف کے جواب پہ ریم کے لب کپکپائے تھے۔ایک بار پھر گھر کا ماحول گرم ہو رہا تھا فقط اسکی بدولت۔ایک اکیلی اس کی ذات سب کیلیے پریشانی کا باعث کیوں تھی؟

ٹھیک ہے میں مر جاتی ہوں تو اس سے محبت کر لینا۔"انہوں نے چھڑی سے کلائی پہ دباؤ بڑھایا" تھا۔ریم نے ویران نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ناچاہتے ہوئے بھی وہ چاہتی تھی ایک بار۔۔صرف

ایک بار مناف اس کیلیے حق کیلیے کچھ تو بولے مگر اس کے چہرے پہ چھائی وحشت ریم کو پاگل کر رہی تھی۔

رکو سائرہ بہو۔"اس سے قبل وہ کوئی بڑا اقدم اٹھاتی ابی جان کے کرخت لہجے پہ سب اپنی اپنی جگہ تھم گئے۔

وہ شخص اپنے منصوبے سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہے۔صرف اس لڑکی کی بدولت ہم سب کی" زندگیاں داؤ پہ لگی ہوئی ہیں۔مناف صرف تمہارا بیٹا نہیں ہمارا پوتا بھی ہے اس لیے اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ہم مناف کو کچھ وقت کیلیے نگاہوں سے اوجھل کر دیں اسے خود سے دور بھیج دیں تاکہ یہ معاملات کسی حد تک سلجھ جائیں۔ورنہ اس لڑکی کی بدولت بچپن سے اب تک ہم سب کے چہروں پہ فقط سیاہی کے کچھ نہیں ملا گیا۔"سائرہ تائی ان کے فیصلے پہ خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"لیکن ابی جان ریم۔"

تم خاموش رہو۔"انہوں نے ہاتھ اٹھا کر مناف کو روک دیا۔"

بڑے مالک ہم بی بی جی کا نکاح کر کے بھی مناف بھائی صاحب کو باہر بھیج سکتے ہیں۔" آنکھوں میں ابھرتی نمی کو دباتے ہوئے ریم نے سر جھکا لیا۔ اسکی ذات تماشہ بنی ہوئی تھی۔

میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ وہ شخص ہمارے پوتے کی جان لے لے گا۔ ہمارا اکلوتا وارث ہے یہ۔ اس لیے ابھی کسی کا نکاح نہیں ہو گا۔ اس لڑکی کو بھی ابھی غائب کرنا ہو گا یہاں سے۔ ریم کو بھی ہم کسی کانٹریکٹ کے طور پہ کسی کے حوالے کر دیں گے۔ اس کا نکاح ہو گا مگر ایک بزنس ڈیلنگ کی حد تک۔ اس کے بعد ہم مناف کو واپس بلوا کر دوبارہ اس کا نکاح مناف سے کروا دیں گے۔" ریم کو اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے۔ بزنس ڈیلنگ کانٹریکٹ۔۔۔

وہ آج رونا نہیں چاہتی تھی۔ اپنے جذبات پہ قابو پاتے ہوئے اس نے اپنی سرخ پڑتی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑ ڈالا تھا۔ سسکیوں کو دبا لیا تھا۔ اذیت کو چھپا لیا تھا۔ وہ سب تو پہلے ہی خدا بنے بیٹھے تھے۔

****

وہ کھوئی کھوئی کیفیت میں اٹھتے ان کے نزدیک سے گزرتے باہر لان میں چلی آئی۔ انہوں نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا تھا اور آج تک ان کے فیصلوں پہ اختلاف نہ کسی نے کیا تھا اور نہ کوئی کر سکتا تھا۔ بادلوں

بھری شام۔۔کچھ ویران کچھ اداس سی تھی۔دور کہی بجلی چمکی مگر اس کے وجود پہ کوئی اثر نہ ہوا۔وہ تاریکی میں دکھائی دیتی دیوار سے لٹکتی بیلوں کو بغور دیکھ رہی تھی۔بادل بھی گرجے تھے لیکن اسکی گرج بھی اتنی زیادہ نہ تھی جو اس کے دل پہ بیت رہی تھی۔دونوں ہاتھ کرسی کی پشت پہ رکھتے اس نے جھک کر خود پہ قابو پانے کی سعی کی۔

کانٹریکٹ۔۔بزنس ڈیلنگ۔۔

آنکھوں میں ابھرتی نمی کو اس نے پلکیں جھپک جھپک کر روکا۔اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔کیسی خاموشی تھی چاروں اطراف میں جیسے کسی طوفان کے آنے سے پہلے والی خاموشی۔ویسی ہی تاریکی اس کے اندر بھی چھائی ہوئی تھی۔

تیز ہواؤں کے ساتھ بارش کی پہلی بوند اسکی پیشانی پہ گری۔عقب میں کھڑا اعقب جو نجانے کب سے اسے یونہی بنا پلک جھپکائے آسمان کو تکتے ساکت دیکھ رہا تھا گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔نجانے ابھی کیا کیا کچھ سہنا باقی تھا۔نجانے کیوں دل نے چپکے سے اس اداس رات کا حصہ معلوم ہوتی لڑکی کیلیے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا کی تھی۔رخ موڑ کر وہ اس سے پہلے اپنے کمرے میں جاتی اپنے پیچھے کچھ فاصلے پہ کھڑے کبیر کو دیکھ تھم گئی۔ضرور وہ اسکا مذاق اڑانے آیا ہو گا۔ضرور وہ یہ جتانے آیا ہو گا

کہ جس مقام کی بدولت تم اتنا اتراتی ہو تو وہ اصل میں تمہارا ہے ہی نہیں۔ تم تو مجھ سے بھی حقیر ہو ان لوگوں کی نگاہ میں۔

آپ ٹھیک ہیں بی بی جی۔" ریم کا دماغ اس کے نرم لہجے پہ بھک سے اڑا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر حیرت" سے کبیر کو دیکھا وہ دونوں ہاتھوں کو پیشانی پہ گرے بالوں کو سمیٹ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں تضحیک بھی نہیں تھی۔ انداز بھی طنزیہ نہیں تھا۔ آنکھوں میں اس کیلیے وہی نرمی تھی جو اسکی شخصیت کا خاصہ تھی۔ وہ اس کا مذاق اڑانے نہیں آیا تھا۔ اس نے حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے اتارا۔

"تم میرے پیچھے آکر کب کھڑے ہوئے۔"

میں تو نجانے کب سے آپکے پیچھے کھڑا ہوں بی بی جی۔ بس آپ مجھے محسوس نہیں کر پاتیں۔" ریم" بنا پلک جھپکائے اسکی بھوری آنکھوں میں دیکھتی رہی یہاں تک کہ آنکھوں سے آنسو نکلتے گال بگھونے لگے۔ لب بری طرح کپکپا رہے تھے۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے گالوں کو رگڑا اور بمشکل خود پہ قابو پایا۔ وہ سامنے کھڑے شخص پہ اپنی کمزوری قطعی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے

سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔اس کی ہتھیلی سے نکلتے خون کو دیکھ وہ ٹھٹھکا تھا۔نگاہیں وہاں سے ہوتے اس کے ہاتھ پہ جم گئی جسے اس نے سختی سے دبایا ہوا تھا۔

آپ کے ہاتھ سے خون نکل رہا ہے بی بی جی۔"ریم نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا اور وہاں سے" جانے لگی لیکن کبیر نے ایک بار پھر اس کا راستہ روک لیا۔

اپنا ہاتھ مجھے دیں بی بی جی۔"آنکھوں میں واضح تنبیہ تھی۔ریم نے تھم کر اسے دیکھا۔وہ مشتعل" نظر آرہا تھا۔

اگر تمہیں ہاتھ دے دیا تو میرے ساتھ یہ دنیا تمہیں بھی گندا کہے گی۔"بھاری دل سمیت وہ" بے خودی کی کیفیت میں بولی۔بارش تیز ہوگئی تھی۔دونوں آمنے سامنے کھڑے اس برستی بارش میں بھیگ رہے تھے۔

مجھے دنیا کی نہیں آپ کی پرواہ ہے۔"اس نے ذرا سا جھک کر نرمی سے ریم کا ہاتھ تھام لیا۔اسکی" ہتھیلی کھولتے نگاہوں کے سامنے کی جہاں عین وسط میں کٹ لگا ہوا تھا۔کبیر نے قمیض کی جیب سے بھورے رنگ کا رومال نکالتے نرمی سے اسے ریم کے ہاتھ پہ باندھنا شروع کیا۔اس احتیاط سے کہ اس دوران اس کا ہاتھ زخم کو بلکل نہ چھوئے۔وہ اتنی توجہ اور فرصت سے یہ کام کر رہا تھا کہ ریم

اسے یونہی بلاوجہ دیکھے گئی۔بادلوں کی گرج پہ بھی اس کا تسلسل نہیں ٹوٹا تھا۔لاشعوری طور پہ ایسے جملے وہ مناف سے سننے کی خواہش مند تھی لیکن۔۔۔

"میں تم سے نفرت کا اعلان کرتی پھرتی ہوں اور تم میری اتنی فکر کرتے ہو۔"

آپ کی نفرت ایک فریب ہے بی بی جی جو آپ خود کو شروع سے دیتی آرہی ہیں۔"ریم کی" آنکھوں میں اضطراب آٹھہرا۔رنگت سرخ پڑگئی۔وہ یہ سب کیا بول رہا تھا۔

لو اب نیا شکار پھنسائے گی یہ۔"اسمارہ کی آواز پہ وہاں ایکدم سناٹا چھا گیا۔کبیر نے چونک کر نرمی" سے اس کا ہاتھ چھوڑدیا۔جو جہاں کھڑی تھی وہی کھڑی رہ گئی۔وہاں موجود ہر فرد کے چہرے پہ ایک ہی تاثرات تھے۔تمسخر اڑاتی نگاہیں آنکھوں میں نفرت۔ریم خود میں سمٹ کر رہ گئی۔روح پہلے سے گھائل تھی۔وجود کے پرخچے اب اڑے تھے۔وہ حیران تھی۔۔وہ اب تک سب کے سامنے اپنے پیروں پہ کیسے کھڑی تھی۔کیسے ڈٹ کر۔۔ان کے زہر میں ڈوبے الفاظوں کو خود میں اتار رہی تھی جو اندر ہی اندر اسے کاٹ رہے تھے۔

عین اسی لمحے خود پہ سایہ محسوس کر ریم کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ان سب کی جھسلتی نگاہوں سے محفوظ ہو چکی ہو۔اس برستی بارش میں بھی کسی سایے کا گمان ہوا تھا۔

مجھ پہ کچھ بھی بات کریں لیکن بی بی جی کے کردار پہ میں حرف برداشت نہیں کروں گا۔ بہت عزت کرتا ہوں میں انکی۔" کبیر کے کٹیلے اور دوٹوک لہجے پہ اسارہ کے لبوں کی مسکراہٹ جیسے کسی نے نوچ لی تھی۔ ابی جان نے بغور ان دونوں کو دیکھا اور ایک نگاہ حاکم پہ ڈالی۔ وہ بھی انہی کی جانب متوجہ تھے۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں جیسے ایک فیصلہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے پلٹ گئے۔ شکار تو ان کے سامنے تھا پھر وہ کیوں پریشان ہوتے۔ کبیر سے بہتر وہ کام کون کر سکتا تھا جو پہلے ہی ان کے احسانوں تلے دبا ہوا تھا۔ جس کی ہمت نہ تھی ان کے سامنے آواز اونچی کرنے کی۔ وہ حاکم تھے حکم چلا سکتے تھے اور وہ۔۔ وہ تو غلام تھا جس کا سر ہمیشہ انہیں اپنے فیصلوں پہ جھکا ہوا چاہیے تھا۔

اس کی بھی بھلا کوئی عزت ہے۔ شاید تم اس نوکری سے ہاتھ دھونا چاہتے ہو تبھی بابا جان کے گھر میں ہی نقب لگا رہے ہو۔" یہ تنفر بھرا لہجہ پھپھو کا تھا۔ ریم نے گہرا سانس بھرتے انہیں دیکھا۔ نگاہ وہاں سے ہوتے ان کے ساتھ کھڑے مناف پہ ٹھہر گئی۔ اس کی آنکھوں میں نجانے ایسا کیا تھا جس نے ریم کو ٹھٹھکا دیا تھا۔ کیا وہ اسے غلط سمجھ رہا تھا۔ مناف کے حوالے سے پہلی بار اس کا ایمان متزلزل ہوا تھا۔

بہت عزت ہے۔کبیر جاہ کے دل میں ان کیلیے بہت عزت ہے۔اتنی عزت ہے کہ اگر ساری دنیا" بھی ان کے خلاف کھڑی ہو جائے پھر بھی کبیر جاہ بی بی جی کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔اپنے ہوش میں میں نے ان کے کردار میں کوئی جھول نہیں دیکھا۔میرے نزدیک ان کا کردار صاف تھا ہے اور ہمیشہ رہے گا البتہ آپکی نیت ضرور کھوٹ زدہ ہے۔"کبیر نے ایک جھٹکے میں اسارہ کو حقیقت کا آئینہ دکھایا تھا۔اس نے بنا کسی کنفیوژن کے بنا کسی گھبراہٹ کے اسارہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جتایا تھا۔وہ مٹھیاں بھینچتے پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔مناف ایک شکوہ کناں نگاہ اس پہ ڈالتے اندر چلا گیا۔کیا تھا آخر اس شخص میں ایسا کہ اس کا ساتھ ہونا ہی تحفظ کا احساس دلاتا تھا۔ریم نے تھکی تھکی سی سانس فضا کے سپرد کی۔

"تمہارا دل نہیں دکھا اس کی بات پہ۔"

وہ تو ہر روز دکھتا ہے اس میں نیا کیا ہے؟"دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے وہ لاپرواہی سے ہنسا۔ریم کی" نگاہیں اس کے گال پہ موجود جلے کے نشان پہ ٹھہر گئی۔

میرے نزدیک جس نے لوگوں کی باتوں میں آکر مجھے چھوڑا یہ اسکا نقصان ہے میرا نہیں۔"ایک" آسودہ سی مسکراہٹ کبیر کے لبوں پہ آکر ٹھہر گئی تھی۔وہ لب بھینچے عجیب سے انداز میں اسے

دیکھتی رہی۔ بھوری آنکھیں پرسکون تھی البتہ ہیزل آنکھیں اس کے سکون پہ بے سکون ہو چکی تھیں۔

****

رات کا اندھیرا دنیا پہ پھیل چکا تھا۔ دیوار گیر کھڑکیوں کے پردے ڈوریوں میں کسے ہوئے تھے۔ پندرویں کا پورا چاند کھڑکیوں سے دکھائی دے رہا تھا۔

وہ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے لاؤنج میں موجود صوفے پہ بیٹھا پرسوچ نگاہوں سے کسی نادیدہ نقطے کو گھور رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی وہ مناف کو ائیرپورٹ رخصت کر کے آیا تھا۔ نجانے ابی جان نے جلدبازی میں ایسا کیا کیا تھا کہ مناف کو دو تین گھنٹوں کے اندر ہی دبئی روانہ کر دیا تھا۔ اسے حیرت اس بات کی تھی کہ اس نے نہ جانے کیلیے بلکل بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ ہاتھ کی مٹھی بنائے وہ لبوں پہ جمائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھا۔ بال ڈھنگ سے جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔ بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہ بھورے رنگ کا ہی کوٹ پہنے وہ اپنی دبی دبی رنگت کے باوجود نگاہوں کو خیرہ کرنے کی حد تک حسین لگ رہا تھا۔ چہرہ شدت جذبات سے سرخ پڑ رہا تھا۔

تم واپس کب لوٹے کبیر۔"ابی جان کی آواز پہ وہ ان تمام بے لگام سوچوں کو جھٹکتے سیدھا ہوا اور کھڑے ہوتے انہیں سلام کیا تھا۔یہ اسکی عادت تھی۔ابی جان کا ہاتھ تھامنے ہی اس کی چوڑی کلائی میں موجود گھڑی نے حرکت کی تھی۔

آپ نے مجھے عرض کیا بڑے مالک۔"وہ اسے اپنے ساتھ ہی صوفے پہ بٹھاتے شفقت سے" مسکرا دیے۔کبیر کی آنکھوں میں حیرت اتری۔

ہاں ایک بہت اہم بات کرنی تھی تم سے۔"وہ ان کی مسکراہٹ میں الجھا تھا۔وہ ابھی کچھ دیر قبل" والے ابی جان سے قدرے مختلف تھے۔شاید مناف کو یہاں سے بھیج کر وہ کافی حد تک پر سکون ہو گئے تھے۔کبیر نے دھیرے سے مسکرا کر سر ہلایا۔اسی لمحے حاکم بھی آکر سامنے والے صوفے پہ براجمان ہوئے تھے۔کبیر کو کسی غیر معمولی پن کا احساس شدت سے ہوا۔

تم جانتے ہو ناہم نے ریم کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے۔"وہ خاموش رہا۔جواب دیتا بھی" کیا۔۔جواب تو تھا ہی نہیں۔

تم جانتے ہو ناہم نے ریمی کی حفاظت کیلیے کیا فیصلہ کیا ہے۔"اب کی بار حاکم کی آواز کبیر کے دل" میں کرب اتار گئی۔اس نے ایک خاموش کاٹ دار نگاہ ان پہ ڈال کر ہٹالی۔

تصحیح کیجیے۔بی بی جی کی حفاظت کیلیے نہیں مناف بھائی صاحب کی حفاظت کیلیے مالک۔"اس کے" ٹھوس لہجے پہ وہ اپنی جگہ پہ پتھر ہو گئے۔چہروں کے رنگ فق ہوئے۔وہ چہرہ جھکائے استہزائیہ انداز میں مسکرایا مگر ان کی نگاہ میں آنے سے قبل ہی مسکراہٹ سمیٹ لی۔

ہم کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو ریم کو ایک وقت تک اپنی سرپرستی میں لے لے۔ایک" کانٹریکٹ کے تحت۔۔ایک بزنس ڈیلنگ کے تحت اور اس معاملے کے حل ہوتے ہی ہم اس شخص سے طلاق دلوا کر ریم کی شادی دوبارہ مناف سے کروا دیتے۔کوئی ایسا شخص جو ہمارے احکامات نہ "ٹال سکے۔

تو اس سب میں آپ کی مدد میں کیسے کر سکتا ہوں۔"وہ تحمل سے بات کرتے ہوئے بھی غصے کی" انتہا پر لگ رہا تھا۔بھوری آنکھوں میں اشتعال سمٹ آیا۔

ہمیں زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا کیونکہ ہمارے احکامات نہ ٹالنے والا شخص تو ایک ہی ہے جو اس وقت" ہماری نگاہوں کے عین سامنے ہے۔" آن ہی آن میں اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔ان کی بات کا مطلب اخذ کرتے اسکی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔وہ احتجاج کرنا چاہتا تھا مگر لب ساکت تھے۔

تم ریم سے نکاح کر لو۔ چاہے ایک معاہدے کے طور پہ ہی سہی۔ معاہدے کا مطلب تم جانتے تو ہو گے ہی۔ تمہیں اس سے ہر حال میں دور رہنا ہو گا۔" انہوں نے سوالیہ نگاہیں اس پہ مرکوز کی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے وہ چہرہ گرائے بائیں ٹانگ مسلسل ہلا رہا تھا۔ جیسے کچھ سوچ رہا تھا۔ کئی لمحے یونہی سرک گئے۔ ان دونوں کو یہ انتظار کٹھن لگا۔

"میں تیار ہوں۔" انتظار چاہے لمبا تھا مگر جواب بے حد مختصر۔ کچھ دیر پہلے کے برعکس وہ کافی حد تک پرسکون تھا۔ لبوں پہ ایک دھیمی سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

"بتایئے مجھے کیا کرنا ہو گا۔" ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے وہ ایک بار پھر اپنے خول میں سمٹ چکا تھا۔ سانولے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں کھیل رہی تھیں۔

"ابھی نہیں دو تین دن ٹھہر کر۔ تم دونوں جا کے کورٹ میرج کر لو اس طرح اس شخص کو شک بھی نہیں ہو گا۔ سمجھ لینا یہ ایک کانٹریک میرج ہے۔ تم سے طلاق ہوتے ہی میں اس کی شادی مناف سے کرواؤں گا۔" ان کے جتانے پہ اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ کبیر نے ان دونوں کو آپس میں مصروف دیکھ ایک گہری نگاہ ان دونوں کے چہروں پہ ڈالی۔ وہ انہیں ٹوکنا چاہتا تھا کہ وہ غلط ہیں۔ اپنا وارث بچانے کیلیے وہ ایک لڑکی کی زندگی کھیل بنا رہے ہیں مگر ملازموں کی اتنی مجال

کہاں۔اس نے انگلیوں سے اپنی دکھتی آنکھوں کو دبایا۔اسے اب کب کیا اور کیسے کرنا تھا اس چیز کا لائحہ عمل طے ہو چکا تھا۔حاکم نے رازداری سے اسے اپنی جانب آنے کا اشارہ کیا۔وہ ان کی جانب جھک گیا۔حاکم کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔ان کی سرگوشیوں پہ کسی نے ان تینوں کی ذات پہ بے ہنگم انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔اصل کھیل شروع ہو چکا تھا۔بس قفس میں قیدی کی آمد باقی تھی۔

****

شام کی نسبت رات کے وقت اسلام آباد میں مطلع قدرے صاف تھا۔سیاہ بادلوں نے ابھی بھی چاند کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا تبھی دھرتی پہ روشنی پڑھنے سے قاصر تھی۔رات کی اسی سیاہی میں دو پاؤں ایک بار پھر اسی بوسیدہ دروازے کے آگے تھمے تھے۔اطراف میں پھیلے سناٹے کی بدولت تیز سرد ہواؤں کی آواز بھی ماحول میں وحشت پیدا کر رہی تھی۔پتوں کی سرسراہٹ کہی دور سے کتوں کی بھونکنے کی آواز۔۔اچانک سے پیدا ہوتا موٹر بائیک کا شور ماحول کی ہولناکی میں اضافہ کر رہا تھا۔سیاہ آنکھیں اپنی کلائی میں بندھی گھڑی پہ جمی تھی جس میں سوئیاں تیزی سے بھاگتے رات کا ایک بجا رہی تھی۔وہ شخص جانتا تھا اندر موجود شخص سو رہا ہو گا تبھی ہاتھ میں موجود کاغذ کا ٹکڑا ذرا

ساجھک کر دروازے سے اندر کر دیا۔وہ اس لمحے اندر جاکر اس کے اشتعال کو ہوا نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے ہو۔وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جعفریوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاچکی ہے لیکن خیر۔۔۔

اپنا کام مکمل ہوتے ہی وہ پلٹا اور اپنا کوٹ درست کرتے ایک طائرانہ نگاہ اطراف میں گھمائی۔صد شکر تھا کسی زی روح کا نام ونشان نہیں تھا۔وہ انسان نما جانور بھی تو اس سنسان سے علاقے میں رہتا تھا۔وہ جانتا تھا کہ جعفری بے گناہ ہیں۔انہوں نے کچھ نہیں کیا مگر پھر بھی وہ محض بوسیدہ دروازے کے اس پار موجود وجود کی غلط فہمی دور کرنے کی خاطر اس کے اشاروں پہ ناچ رہا تھا تاکہ وہ جعفریوں کا پیچھا چھوڑ دے۔سر جھٹکتے اس نے گاڑی کا انجن سٹارٹ کیا۔خاموش ماحول میں ایکدم آواز اونچی ہوتے مدھم ہو گئی۔اگلے ہی پل ایک الوداعی نگاہ اس بھورے رنگ کے دروازے پہ ڈالتے گاڑی وہاں سے بھگا لے گیا۔اب بس اسے صبح ہونے کا انتظار تھا۔اس جھنجھٹ سے وہ بہت جلد پیچھا چھڑوانا چاہتا تھا۔گاڑی کی آواز نے اندر سوئے شخص کی نیند میں خلل ڈالا تھا۔اس سے قبل وہ اپنی جگہ سے اٹھتا موبائل بجنے کی آواز نے اسے وہی روک لیا۔

ہیلو۔۔۔"نیند سے بوجھل آنکھوں سے اس نے موبائل سکرین پہ آنے والا نمبر نہیں دیکھا تھا۔"

قاسم۔"دوسری طرف سے استہمافیہ انداز تھا۔وہ جو ابھی تک گومگو کی کیفیت میں اپنے بالوں کو" سہلا رہا تھا بھونچکارہ گیا۔آنکھیں یکلخت پوری کھل گئیں۔مقابل موجود انسان تصدیق چاہ رہا تھا لیکن قاسم کو تو تصدیق کی بھی ضرورت نہیں تھی۔وہ جان گیا تھا کہ وہ کون ہے۔

ناجیہ۔۔"وہ فوراً بولا۔دوسری طرف وہ ادا سے کھلکھلائی۔جیسے اسے یقین تھا ایک مان تھا کہ وہ" اسے لازماً پہچان لے گا۔وہ اسے بھول کیسے سکتا تھا۔یہی تو اسکی خاصیت تھی اسکی آنکھیں ایک بار کوئی نظارہ دیکھ لیتی تھی تو پھر مرتے دم تک نہ بھولتی تھیں۔اس کی آنکھیں نہیں تھیں۔ایک کیمرہ تھا جو ہر منظر کو باریکی سے کیپچر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔وہ کافی ذہین تھا اور یہی ذہانت اسکی آنکھوں سے چھلکتی تھی۔

اب میں اتنی بھی اچھی نہیں کہ تم مجھے نیند میں بھی یاد رکھو۔اتنی محبت کہ ایک ہی بار میں پہچان لیا" مجھے۔"قاسم کے چہرے پہ سرد مہری چھا گئی جیسے اس کی بات اسے قطعی پسند نہ آئی ہو۔وہ ایسی ہی تھی بے باک۔۔بے خوف اور کھل کر کچھ بھی بول دینے والی۔

کین یو پلیز شٹ اپ۔"وہ تکیہ اونچا کر کے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔نیند تو کھل چکی ہی تھی تو کیوں نہ" اس سے بات کرلی جائے یہ سوچ کر وہ ایزی ہو گیا۔

قاسم۔"اس کے ناز بھرے انداز پہ وہ جھنجھلایا۔اب ایسی بھی کیا بے باکی کہ رات کے ایک بجے بھی وہ فون کرنے سے نہ گھبرائی تھی۔

"تم اب حدود پار کر رہی ہو۔مجھے تمہیں اپنا نمبر دینا ہی نہیں چاہیے تھا۔ تبھی تم انڈر رہتی تھی ابھی تو تم اتری پھرتی ہو۔"وہ اسکی حرکتوں سے سخت نالاں تھا تبھی سائیڈ ٹیبل پہ رکھا جگ اٹھا کر گلاس میں پانی انڈیلتے سرد مہری سے بولا۔اپنی بے اختیاری پہ خود ہی خجل ہوتے اس نے سر جھٹکا۔

"ایسے کیسے۔میں تمہارے پیچھے تمہارے گھر تک آ جاتی۔بہت بے وفا ہو تم ویسے۔ لیکن مجھے کیا میں تو تمہیں پوری دنیا میں بھی تلاش کرنے کی سکت رکھتی ہو۔جانتے ہو نا پھر تم مجھے۔"لہجے میں مٹھاس بھر کر بولی۔انداز لاڈ بھرا تھا۔اس نے غصیلی نظروں سے فون کی سکرین کو گھورا جیسے سامنے ہی وہ ہو۔

"اصل میں غلط تم نہیں میں ہی ہوں۔۔ غلطی تم سے نہیں مجھ سے ہوئی ہے۔۔مجھے تمہیں اپنا نمبر دینا ہی نہیں چاہیے تھا۔میں نے تمہیں تنبیہہ کی تھی ناجیہ کہ اس دوستی کو بس دوستی تک ہی رکھنا لیکن تمہاری یہ روز روز کی فون کالز۔۔ آئی فیڈ اپ ود دس نون سینس۔"اس کا لہجہ کافی سے زیادہ سخت ہوا تھا۔

اچھے خاصے بد تمیز ہو تم ویسے۔ لڑکی کا دل رکھنا بھی نہیں آتا تمہیں سٹون مین۔ تم جانتے ہو مجھے " تم سے کتنی محبت۔۔ "اس کے کڑے تیوروں سے خائف ہوتے اس نے فوراًبات سنبھالی ورنہ اس سے کوئی بعید نہیں تھا کہ فون بند کر کے اس کے منہ پہ طمانچہ دے مارتا۔ لحاظ کرتا ہی کب تھا وہ۔

فار گاڈ سیک۔ محبت وحبت بس کرو۔ میرے پیچھے اپنا وقت ضائع کر کے تمہیں کچھ حاصل نہیں" ہو گا۔ سراب جانتی ہو کیا ہوتا ہے جس کے پیچھے جتنا بھی بھاگ لو حاصل کچھ نہیں بس پیر شل جاتے ہیں روح گھائل ہوتی ہے۔ میں نہیں چاہتا عنقریب تمہارا بھی وہی حال ہو۔ مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا البتہ تمہارا زندگی کاٹنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے ان تمام جھنجھٹوں کو چھوڑو اور کوئی اچھا سا بندہ ڈھونڈ کر شادی کر لو۔ پاگل مت بنو۔ میری منزل تم نہیں ہو۔ "وہ صاف گو تھا۔۔ دل چیر دینے کی حد تک صاف گو۔۔ ناجیہ اپنی جگہ سن بیٹھی رہ گئی۔

پاگل میں نہیں۔ پاگل تم ہو۔ تمہارے نزدیک یہ زندگی یہ رنگینیاں کچھ نہیں۔ تم عقل سے پیدل" ہو۔ کچھ محسوس ہی نہیں کر پاتے۔ کیا ہے تمہاری منزل۔ میں بتاتی ہوں کیا ہے تمہاری منزل۔ تمہاری منزل ہے انتقام انتقام اور جعفریوں سے انتقام۔ تم اس انتقام کے پیچھے اس قدر اندھے ہو چکے ہو کہ اس کے علاوہ تمہیں کچھ دکھتا نہیں ہے۔ دماغ میرا نہیں تمہارا خراب ہے۔ "وہ

سلگ کر بولی۔ تنفس بگڑا ہوا تھا۔ سانس پھولی ہوئی۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ قاسم اس کے تصور کو آنکھوں کے سامنے لاتے مزے سے مسکرایا۔ اسے سلگانا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور اس میں وہ کامیاب بھی ٹھہرا تھا۔

"اچھی بات ہے انسان کو باتیں یاد رکھنی چاہیے۔ تمہیں یاد ہے بہت اچھی بات ہے۔ یاداشت کافی اچھی ہے تمہاری۔ اب جو باتیں میں نے آج کی ہیں۔ اسے بھی دماغ میں فٹ کرلو۔" وہ اسے سراہ رہا تھا یا چڑا رہا تھا۔ ناجیہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

"تم تھکتے نہیں ہوں یہ بدلے کی باتیں سوچ سوچ کر۔ مت کرو یہ سب چھوڑدو۔ کیوں خود کو اذیت دیتے ہو۔ ظالم وہ ہیں تو انہیں ہی رہنے دو۔ تم ظالم مت بنو۔ اپنا حساب اللہ پہ چھوڑدو۔ دیکھنا بہترین انصاف ہوگا اللہ کی طرف سے۔ چھوڑدو یہ قصہ۔ اپنی زندگی پر سکون ہو کر گزارو۔" اس کا انداز تھکا تھکا سا تھا۔ وہ بند مٹھی پہ ٹھوڑی جمائے ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ گویا وہ منتظر تھا کہ کب محترمہ اپنا گیان بند کرے اور کب وہ پر سکون ہو کر دوبارہ سو سکے۔

"اگر اللہ نے انصاف کرنا ہوتا تو ہر گزرتے سال میں نے وہ سب کچھ نہ ہوتا جو ہوا ہے۔ میں وہ سب کچھ نہ کھوتا جو میں نے کھویا ہے۔ مجھے اب اپنے علاوہ کسی پہ یقین نہیں ہے۔ جعفریوں نے ہمارا

حساب خود کیا تھا۔ان کا حساب لکھنے والا بھی اب آچکا ہے۔بس انہیں یہ بتانا باقی ہے۔"کاٹ دار لہجے میں کہتے ہوئے وہ استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔لبوں پہ شیطانیت بھری مسکراہٹ۔ناجیہ نے جبڑے بھینچے۔اس کی باتوں نے اسے تکلیف پہنچائی تھی۔وہ اللہ سے مقابلہ کرنے والا آخر کون ہوتا تھا؟

تم خدائی کا دعوی کر رہے ہو قاسم۔تم ایسا کہ بھی کیسے سکتے ہو۔سکون صرف اللہ کے انصاف میں" ہے۔انسان انصاف کرنے کیلیے برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور پھر۔۔پھر کیا ساری زندگی اسی بے سکونی میں کٹ جاتی ہے۔انہوں نے غلط کیا۔۔۔تم مت کرو۔۔اللہ پہ ایک بار یقین تو کر کے "دیکھو۔۔

کیا تم نے سنا کہ جب ایک لائن کو کاٹنے کی ضرورت پیش آئے تو مزید ایک لائن لگانی پڑتی" ہے۔اسی لیے مائی ڈئیر۔۔اپنا یہ بھاشن تم کسی اور کیلیے بچا کر رکھو۔۔کیونکہ تم جانتی ہو نا مجھے کسی کا خود سے زیادہ بولنا بلکل نہیں پسند۔اس وقت تمہاری باتیں بھی مجھے بکواس لگ رہی ہیں۔"لبوں پہ دل جلانے والی مسکراہٹ سجا کر اس نے بھنویں اچکا کر اسے للکارا۔ناجیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے

اسکی گردن پہ پاؤں رکھ کر مسلا جارہا ہو۔ وہ ضبط کے کڑے مراحل طے کر رہی تھی۔ وہ اسے برائی کرنے سے روکنا چاہتی تھی۔۔ اسے بچانا چاہتی تھی مگر کیسے۔۔

ریزر نامی چیز اس ایک لائن کا صفایا کرنے کیلیے ہی بنائی گئی ہے قاسم ڈیئر۔ بس تمہارے دماغ کا" خناس صاف کرنے کیلیے آج تک کچھ بھی نہیں بنا۔ اس لیے یہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ تم اپنا دل صاف کیوں نہیں کرتے آخر۔۔ یا اگر اتنا ہی انصاف کے بول بالے کا شوق ہے تو پولیس کا سہارہ لو۔ میری بات یاد رکھنا قاسم جب انسان اپنی ذہانت کو غلط کاموں میں غلط طریقے سے استعمال کرتا ہے تو وہ "انسان سے شیطان کا سفر طے کر لیتا ہے۔

ارے ایسے کیسے۔ تھوڑا سا تڑپنے کا۔۔ سسکنے کا۔۔۔ رونے کا۔۔ کھونے کا۔۔ حق ان کا بھی" ہے۔ انہیں وہ سب محسوس کرنے دو جو ان گزرے سالوں میں میں نے کیا ہے۔ خیر اگر تمہاری بکواس ہو گئی ہو تو میں فون بند کر دوں۔" اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ناجیہ کو اس کا انداز ناگوار تو بہت گزرا مگر ہمیشہ کی طرح ضبط کر گئی۔

جس کام کیلیے فون کیا تھا تم نے وہ بھی کونسا سن لی۔ ایک بار مل تو سکتے ہی ہو۔ نجانے کہاں روپوش" ہو کر بیٹھے ہو۔" وہ شکوہ لبوں پہ لے آئی۔ چہرہ ہتھیلیوں میں ٹکائے وہ اسکے جواب کی منتظر تھی۔

تم باز نہیں آسکتی۔ میں تمہیں بلاک کر رہا ہوں کیونکہ تم بدلنے والوں میں سے نہیں۔ تم اپنے" قدم پیچھے نہیں لو گی تو مجھے ہی قدموں کو پیچھے لینا ہو گا۔ وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ٹھیک وقت پہ بہتر فیصلہ کر لو۔" لاپرواہی سے شانے اچکا کر بولتے اس نے بائے کہتے کال کاٹ دی۔ اسے ناجیہ کی خاموشی سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اسے کسی کی بھی خاموشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ فرق پڑتا تھا تو بس جعفریوں کی تباہی اور بربادی سے۔ دوبارہ اسکا فون نہیں آیا تھا۔ بغیر اسکا نمبر بلاک لسٹ میں ڈالے وہ چپل پیروں میں اڑستے اٹھا اور ہاتھ سے اپنی نیلی شرٹ کو جھاڑتے اس نے کف لنکس فولڈ کیے اور اپنے بالوں کو سمیٹتے واشروم کی جانب بڑھا مگر یہ کیا۔۔ دروازے کے عین نزدیک زمین پہ پڑی سفید چیز نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔ دوازنوں زمین پہ بیٹھتے اس نے جھک کر وہ کاغذ اٹھایا۔

جوں جوں وہ پڑھتا جا رہا تھا اسکی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے لبوں پہ زہر خند مسکراہٹ پھیل گئی۔

اتنے ثبوت تو تمہارے خلاف میرے پاس ہیں کہ تمہیں جیل تک پہنچانا میرے لیے ایک سیکنڈ کا" کھیل ہے مگر میں ایسا نہیں کروں گا تمہیں بھی ویسے ہی پل پل کی موت کا حساب دینا ہو گا۔ تمہیں

بھی ٹوٹا ہو گا۔ تمہیں بھی سسک سسک کر مرنا ہو گا۔" اسکی آنکھوں میں غیض وغضب کی لہر تھی اور خون اترا ہوا تھا۔ ماتھے کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔

وہ رازداں ضرور تھا مگر صرف اپنے جذبات کا۔ کسک ناقدری کم مائیگی اور آرزدگی دفن تھی۔ مگر اس سب سے بڑھ کر بھی ایک راز تھا جو اس کے سینے میں مدفن تھا۔ بدلے گا سازش کا جو فالوقت اس کے سینے میں سر اٹھائے پھنکار رہا تھا۔

****

اگلی صبح ایک بار پھر وہی وحشت اس کی نیند حرام کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ اول تو سب کی باتوں کو یاد کرتے اسے نیند آہی نہیں رہی تھی لیکن فجر کی نماز پڑھ کر جب آئی تھی تو حقیقت نے خواب کا روپ دھار کر اسے فوراً جگا دیا تھا۔ پسینے سے شرابور وجود کے ساتھ سر تھامے وہ نجانے کتنے ہی لمحے سن بیٹھی رہی تھی۔ دو دن سے وہ پرسکون تھی لیکن کل رات میں گھر کے بکھیڑے کے بعد ایک بار پھر۔۔۔

ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر دیوار پہ لٹکتی گھڑی کو دیکھا جو صبح کے آٹھ بجا رہی تھی۔ اسے ہسپتال جانا تھا۔ ایک بار پھر وہی مصروفیت شروع ہونی تھی۔ ہسپتال کا

ذہن میں آتے ہی مناف کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھوما۔اس کی سیاہ آنکھوں میں نجانے ایسا کونسا شکوہ تھاجو وہ سمجھنے سے قاصر رہی تھی۔گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کرتے وہ بیڈ پہ ہی ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی۔پورا کمرہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔اسے ایکدم وحشت ہوئی اس ماحول سے۔آواز اسکے پھولے سانس کی تھی یا دھڑکن کی جو اسے اپنے کانوں میں بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

دن بھر ایک نقاب تھاجو اس کے چہرے پہ رہتا تھا مضبوطی کا۔۔بے خوفی کا۔۔لیکن اندھیرے میں اکیلے میں وہ یہ نقاب اتار دیا کرتی تھی۔اس سے قبل کہ وہ ان تمام سوچوں کو سر سے جھٹک کر اٹھتی میز پہ رکھے کاغذ کے ٹکرے نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا تو اوپر مناف کا نام نظر آیا۔نجانے کیوں دل دھک سے رہ گیا۔خشک لبوں پہ زبان پھیرتے اس نے آنکھیں میچ کر کھولیں اور پڑھنا شروع کیا۔ایک مختصر سی تحریر تھی بس۔۔

اگر تم اس سے محبت کرتی تھی تو ایک بار مجھ سے کہتی ریمی۔میں تمہاری کسی بات سے انکار نہ" کرتا۔میں اف تک نہ کرتا جواب میں۔میں تم سے کوئی سوال نہ کرتا بس ایک تمہاری خوشی کی خاطر سب کچھ تم پہ وار دیتا۔"وہ ان سطروں کو پڑھ کر دنگ رہ گئی۔یقین نہ ہوا کہ یہ سب مناف نے کہا ہے۔مطلب اس نے بھی اس سب کا غلط معنی اخذ کیا تھا۔وہ بھی اسے غلط گردان رہا

تھا۔ صدمے کے مارے وہ چہرہ جھکا کر کئی ثانیے اسی بابت سوچتی رہی۔ آنکھوں میں ایک دکھ پنہاں تھا۔

آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھ پہ یقین کریں گے۔" وہ ہلتے پردوں کو دیکھ دل ہی دل میں اس سے" مخاطب تھی۔ اس سے قبل کہ وہ کاغذ کا ٹکڑا تہ لگاتی کچھ چونک کر رکی۔ کاغذ کے آخر میں کچھ اور بھی لکھا تھا۔

اب یہ پڑھ کر تم یہ مت سوچنا کہ مجھے تم پہ یقین نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں سب سے پہلے تم یہی" سوچو گی۔ کس نے کہا کہ مجھے تم پہ یقین نہیں ہے۔ محبت پہ کسی کا بس تھوڑی ہے۔ اگر تم اسے پسند کرتی تھی تو مجھے بتاتی میں کوئی ٹال مٹول کر لیتا اور پھر چٹکیوں میں اس مسئلے کا حل نکل آتا۔" ریم کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ اتنی دور ہو کر بھی اس کے دل تک رسائی رکھتا تھا۔ آگے کچھ اور بھی لکھا تھا۔

اور تمہاری ایک امانت بچپن سے میرے پاس ہے جسے میں نے بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ سوچا تھا" شادی کے بعد تمہیں دے کر خوش کروں گا مگر اب نجانے حالات کس نہج پہ لے جائیں۔۔" ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ ٹھہر گئی۔

بہر حال اسے ابھی ہسپتال جانا تھا۔ان تمام باتوں کو ذہن سے جھٹکتے وہ اٹھی اور واشروم کی جانب بڑھ گئی۔اگلے بیس منٹ میں وہ رائل بلیو ڈریس میں نک سک سی تیار آئینے کو اپنے عکس کو بغور دیکھ رہی تھی۔ایک نظر سائیڈ ٹیبل پہ رکھے اپنے فون کو دیکھا۔جب سے مناف گیا تھا اس شخص کی جانب سے کتنا سکون تھا۔کوئی خوف نہیں تھا۔کسی کا کال نہیں آیا تھا۔اسے یہ سب بے تحاشہ عجیب لگا۔بیڈ پہ رکھا اپنا بیگ اٹھاتے وہ احتیاط سے دروازہ بند کرتے نیچے چلی آئی۔

آؤ نہ ریم ناشتہ کرو۔"یہ کہنے والی تائی جان تھی۔وہی تائی جان جو کل تک اپنے منہ سے اس کیلیے" زہر اگل رہی تھی آج ان کے لہجے میں موجود یہ مٹھاس۔وہ زہر کو شہد میں لپیٹ رہی تھی جیسے اسکی تاثیر ختم کرنا چاہ رہی تھیں لیکن پھر بھی ان کے اس نقلی اپنے پن کے مظاہروں نے اس کے وجود میں کرواہٹ اتار دی تھی۔ان کے بیٹے کی جان جو بچ گئی اس ڈائن سے۔وہ تمسخر سے مسکرائی۔نجانے کیوں تائی جان کے لبوں کا تبسم اسے اپنا مذاق اڑاتا محسوس ہوا۔جیسے وہ جتانا چاہ رہی تھی کہ دیکھو آخر تم ہار گئی اور میں جیت گئی۔اسارہ کی آنکھوں میں بھی اسے تضحیک نظر آئی۔انداز طنزیہ لگا۔مگر اس بار وہ ضبط کر گئی۔مہرماہ کی جانب جوں ہی اسکی نگاہ اٹھی وہ اسی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ریم بھی دھیرے سے مسکرا دی۔تایا جان نے تو سرے سے اسے مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا کل کے واقعے کے بعد البتہ ابی جان کی خاموشی اسے کافی پراسرار سی محسوس

ہوئی۔کبیر پہ اس نے نظر ڈالنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔نجانے کیوں کل وہ اس کے سامنے کمزور پڑگئی تھی۔اپنا آپ اس پہ آشکار کرنے لگی تھی۔

حاکم کے مخاطب کرنے پہ وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔دو تین نوالے بمشکل زہر مار کیے اور اس وحشت بھرے ماحول سے پیچھا چھڑاتے عجلت میں باہر پورچ میں چلی آئی۔وہ جلد از جلد یہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔یکلخت اسکی نگاہ اندر سے آتے کبیر کی جانب اٹھی۔سفید رنگ کے کلف لگے سوٹ پہ سیاہ رنگ کا کوٹ پہنے وہ اپنے کٹ لگے ابرو کو سہلاتے باہر ہی آرہا تھا۔سفید سوٹ میں اس کا سانولا رنگ مزید دب گیا تھا۔کف لنکس فولڈ ہونے کی بدولت اسکی چوڑی کلائی میں بندھی نہایت قیمتی ڈائل کی گھڑی نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی تھی۔اگلے ہی لمحے آنکھوں میں سرد مہری چھاتے ہی وہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔وہ بھلا اسے کیوں دیکھ رہی تھی۔

کبیر کے آتے ہی وہ اسی خاموشی سے گاڑی کا دروازہ کھولتے

پچھلی نشست پہ بیٹھ گئی۔اس نے بھی اسے مخاطب کیے بغیر گاڑی آگے بڑھائی تھی۔ہینڈ بیگ گود میں رکھتے وہ باہر بھاگتے دوڑتے مناظر سے لطف اندوز ہونے لگی۔دونوں کے مابین مسلسل خاموشی کا راج تھا۔سفر بھی اسی خاموشی میں کٹ رہا تھا۔

بی بی جی۔ویسے آپ سے ایک بات پوچھوں۔"وہ فرنٹ مرر سے اسے دیکھتے سنجیدگی سے" بولا۔ہمیشہ کی طرح بات کا آغاز اسی کی جانب سے ہوا تھا۔

بولو۔۔"انداز منہ پہ مارنے والا تھا۔کبیر نے فقط دائیں ابرو اچکانے پہ اکتفا کیا۔جیسے اس کے انداز" پہ تعجب ہوا ہو۔کل تک تو موسم نہایت خوشگوار تھا اب یہ گرج چمک۔۔گہرا سانس بھرتے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔وہ اس سے کچھ بھی توقع کر سکتا تھا۔

معذرت کے ساتھ لیکن اس دن میں نے اور چھوٹی بی بی نے آپ کی باتیں سن لی تھیں۔کوئی آپ" کو پریشان کرتا ہے۔اگر آپ مجھے بتانا چاہیں تو بتا سکتی ہیں اور اگر نہیں بتانا چاہتی تو چھوٹے مالک کو تو میں بتانے والا تھا۔انہیں تو آپ بتا ہی دیں گی۔"وہ پوچھ رہا تھا یا دھمکی دے رہا تھا۔اس کے دھمکی آمیز لہجے پہ اس نے بگڑے تیوروں سمیت اسے دیکھتے دانت کچکچائے۔(بیہودہ شخص جان بوجھ کر دھمکی لگا رہا ہے۔)حلق میں مرچیں سی لگی۔اس نے اپنی گردن کو سہلانا شروع کر دیا۔اس کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ کبیر نے جھٹ سے ڈیش بورڈ سے پانی کی بوتل اٹھاتے اسکی جانب بڑھائی۔

مجھے تمہارے ہاتھ سے پانی نہیں پینا۔"اس نے دانت پیسے۔"

ہاتھ سے پلانے اور بوتل پکڑانے میں بہت فرق ہوتا ہے بی بی جی۔" اس نے مڑ کر جیسے اسے جتایا۔رائل بلیو کلر کے سوٹ میں وہ سرخ چہرے سمیت خاصی تپی تپی لگ رہی تھی۔اسکی بھوری آنکھیں مسکرائی جیسے یہی اسکا مقصد ہو۔ہیزل آنکھوں میں ناگواری چھائی ہوئی تھی۔

ویسے کیا آپ نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ یہ صرف آپ ہی ہیں جو مجھے بات بات پہ ذلیل کر لیتی ہیں سوچیں آپ کی زبان مجھے کتنی پیاری ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا جیسے بڑے کوئی اعزاز کی بات ہو۔ریم کی آنکھوں کی سرخی گہری ہوگئی۔اس نے غصے سے اپنے شہد رنگ بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا۔ہاتھ اسکی دھمکی کی بابت سوچتے بری طرح کپکپا رہے تھے۔

تمہیں جسے بھی بتانا ہے بتادو کسی سے نہیں ڈرتی میں۔" گاڑی کو جھٹکے سے بریک لگی۔اس نے" باقاعدہ مڑ کر بے یقینی کی کیفیت میں اسے دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہا ہو وہ ریئلی۔وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔اگلے ہی پل اس نے شانے اچکائے اور ڈیش بورڈ پہ رکھا اپنا موبائل اٹھایا تھا۔ریم بونچھکارہ گئی۔کیسا واحیات شخص تھا یہ۔کیسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا اس کے خلاف۔جی کڑا کر اس نے آنکھیں میچیں۔

"تمہیں میں نے بتایا تو تھا۔"

مجھے ایک ایک بات جاننی ہے بی بی جی اور بغیر جھوٹ کی آمیزش کے۔"اس نے فرنٹ مرر سے" اپنی بھوری آنکھیں اس کی ہیزل آنکھوں میں گاڑھی۔آنکھوں میں واضح تنبیہہ تھی۔

تم ڈیڈی کو تو نہیں بتاؤ گے۔"لہجے میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔آنکھوں میں التجا اور ہلکی ہلکی نمی" تھی۔کبیر کو اس پہ ترس سا آیا۔

میں بہت شریف سا انسان ہوں بی بی جی۔"لہجے میں بلا کی نرمی اور معصومیت تھی۔ریم نے" خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ان نگاہوں میں کیا کچھ نہ
تھا۔صدمہ۔۔حیرت۔۔۔بے یقینی۔۔تعجب۔۔۔جی چاہا کچا چبا جائے۔

اوشٹ اپ پلیز۔کوئی مرد شریف نہیں ہوتا اور جو مرد اپنی شرافت کا اقرار خود کرے وہ تو بلکل" نہیں۔"ریم نے جیسے اسے وارن کیا تھا۔کبیر نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگایا جیسے توبہ کی ہو۔ریم نے اسکی جعلی معصومیت پہ لعنت بھیجی اور گلہ کھنکھارتے بات کی تمہید باندھی۔

وہ ایک انجان نمبر ہے وہ شخص پتہ نہیں کون ہے لیکن وہ مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔میری ہر ایک" چیز پہ نظر رکھتا ہے۔اپنے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی مجھے خود پہ اسکی نظروں کی تپش کا احساس ہوتا ہے۔میں سچ میں نہیں جانتی وہ کون ہے۔کیا غیب کا علم کسی کے پاس ہو سکتا ہے

ڈرائیور۔؟"اس نے غور کیا اسکی بات پہ کبیر کے چہرے کے تاثرات فوراً سے پیشتر بدلے تھے۔وہ خوامخواہ انگلیاں چٹخاتے حلق تر کر گئی۔بیگ کی سٹرپس پہ اسکی گرفت مضبوط ہوئی تھی۔وہ خواہ مخواہ بالوں کو درست کرنے لگی۔

کوئی چاہے جتنا بھی ولی ہو۔غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہوتا ہے اور جو غیبی علم کے ہونے کا" دعویٰ کرتا ہے وہ بس خود کو اور آپ کو دھوکا دے رہا ہوتا ہے بی بی جی۔"ریم کا دل اس کے سپاٹ لہجے پہ دھک سے رہ گیا۔

اور ایسا کب سے ہے؟"سوال مختصر ضرور تھا مگر اس سوال نے ریم کی جان نکال لی تھی۔"

پچھلے پانچ سالوں سے۔"اس نے سر جھکا کر جیسے کسی جرم کا اعتراف کیا تھا۔ریم نے بھوری" آنکھوں میں غیض و غضب کی لہر دوڑتے دیکھی۔اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔اگر یہ سب جا کر اس نے ڈیڈی کو بتا دیا تو۔۔آگے کا سوچنا بھی اس کیلیے گناہ تھا۔اس بے ہونٹ چبائے۔

تمہارے پاس بہت دماغ ہے نا تم مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"ریم نے جیسے اسے ٹھنڈا کرنے" کی کوشش کی لیکن اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں وہ مزید شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

آپ کو اپنے ڈیڈی کو سب بتا دینا چاہیے۔" اس کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ ریم جی مسوس کر رہ گئی۔ تھک کر اس نے اپنا سر سیٹ سے ٹکا لیا۔ اتنا اچھا حل۔۔ اسے تو جیسے پتہ ہی نہیں تھا۔ جی چاہا اس کا منہ توڑ کر دوسری جانب لگا دے۔

اس دوران گاڑی ہسپتال کے عبوری دروازے کے آگے رکی تھی۔ وہ اپنی قمیض کا دامن درست کرتے باہر نکلی تو یخ بستہ ہواؤں نے اس کا استقبال کیا۔ اسلام آباد کا موسم انتہائی سرد تھا۔ اس نے گہرا سانس بھرتے ایک چور نگاہ کبیر پہ ڈالی جو گھڑی میں وقت دیکھ رہا تھا۔

تم میری مدد کرو گے اس معاملے میں یا پھر میں جاؤں۔" اپنی بات کے اختتام پہ اس نے کبیر کے" تاثرات جانچے۔ مگر دوسری طرف ایک مکمل خاموشی تھی۔ نہ انکار۔۔ نہ اقرار۔۔ اس نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا۔ شیشے پہ جھکے وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ مگر دوسری جانب خاموشی تھی۔ خاموشی ہی رہی۔

چلو ابھی نہ سہی رات تک جو جواب دے ہی دے گا۔ اور ہاں میں ہی دے گا۔" دل ہی دل میں" سوچتے وہ اس پہ لعنت بھیجتے بھاری دل سمیت اس سے قبل مڑتی کبیر کے الفاظوں نے اس کے پیروں کو جکڑ لیا۔

جانتی ہیں میرا جواب ہاں میں ہی ہو گا تبھی اتنا اتراتی ہیں آپ بی بی جی۔" بھوری آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

اوکے پھر رات کو ملتے ہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ مبادہ وہ بات سے نہ پلٹ جائے۔ ہیزل آنکھوں" میں جیت کی خماری تھی۔ کبیر کے لب پھیلے لیکن اسکی نظر میں آنے سے قبل ہی وہ سمیٹ گیا۔

"رات کو میں شاید نہ مل پاؤں۔ ابی جان کا کوئی کام۔"

تم میرے لیے ذرا سا وقت نہیں نکال سکتے ڈرائیور۔" وہ مسکرائی۔ بخدا اسکی مسکراہٹ۔۔ اگر" طنزیہ اور دل جلانے والی نہ ہوتی تو کتنی حسین ہوتی۔ وہ محض سوچ کر رہ گیا۔

ذرا سا وقت۔ میری زندگی کا ہر دن ہر لمحہ ہر گھنٹہ ہر منٹ اور ہر سیکنڈ بھی صرف آپ کے نام بی بی" جی۔" ریم کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ اسکی آنکھوں سے نگاہیں چرا کر وہ بلاوجہ یہاں وہاں دیکھنے لگی اس لمحے اسکی سیاہ آنکھیں اسے سمندر سے بھی زیادہ گہری محسوس ہوئیں تھیں جس میں ڈوبنا شاید نہیں یقیناً ایک لمحے کا کام تھا تبھی وہ نظریں پھیر گئی۔ اس کی آنکھوں کا وار مقابل کو زیر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

بس آج رات نہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ آج رات آپ کو میری مدد کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ کوئی بڑا" دھماکہ آپ کا منتظر ہو۔" وہ اسے آنے والے وقت سے آگاہ کر رہا تھا۔ آنکھوں میں شیڈز لگاتے اس نے انگیشن میں چابی گھمائی اور ازلی لاپرواہی سے بولتے مسکرایا۔ ریم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا لیکن وہ ایک دل جلانے والی مسکراہٹ اسکی جانب اچھالتے وہاں سے جا چکا تھا۔ اسکی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

ڈرائیور۔۔" وہ چلائی مگر بے سود۔"

وہ بنا پلک جھپکائے اس سفید رنگ کی گاڑی کو ہی تکتی رہتی اگر عقب سے اسے کوئی نہ پکارتا۔ ٹھٹھک کر وہ مڑی مگر اپنے سامنے کھڑی مسز ابراہیم کو دیکھ وہ سب کچھ بھلاتے پورے دل سے مسکرائی تھی۔ ذرا سا جھک کر اس نے ان کے ہاتھ چومے۔ جواباً انہوں نے بھی اسکی پیشانی کو چوما۔

کیا ہوا ڈرائیور کو پکار رہی تھی۔ لگتا کچھ ضروری گاڑی میں رہ گیا ہو گا۔" ایک آسودہ سی مسکراہٹ" ریم کے لبوں پہ آکر ٹھہر گئی۔ ان کا لہجہ کس قدر شفقت لیے ہوتا تھا۔

نانی اس کا نام کبیر جاہ ہے۔" اس نے مسکرا کر تصحیح کی۔"

اوہ آپ ڈرائیور بول رہی تھیں تو مجھے لگا۔" وہ اسکی مسکراتی آنکھوں میں دیکھ کر بولی جو نجانے کیوں آج پر سکون تھی یا انہیں دیکھ کر ہوئی تھی۔ جو بھی تھا وہ آج کھلی کھلی سی انہیں بھی اندر تک پر سکون کر گئی تھی۔

ڈرائیور اسے صرف میں ہی کہتی ہوں۔" بیگ کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے اس نے ہوا کے زور سے بکھرے بالوں کو سمیٹ کر شانے پہ ڈالا۔ اگرچہ اس کا لہجہ سادہ تھا مگر مسز ابراہیم نے اس کے جواب پہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

آپ یہاں باہر کیا کر رہی ہیں اس وقت۔" اس نے اطراف میں نگاہیں گھماتے سوالیہ انداز میں " استفسار کیا کیونکہ آس پاس نہ ان کے شوہر موجود تھے اور نہ ہی ڈرائیور۔

ابراہیم کی طبیعت کچھ خراب ہے تو وہ آئے نہیں اور میں ڈرائیور کی منتظر ہوں نجانے کہاں رہ گیا" ہے۔ مجھے یہاں انتظار کرتے ہوئے بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ نجانے ابراہیم نے کچھ کھایا بھی ہو گا یا نہیں۔ طبیعت خرابی میں وہ بلکل بچے بن جاتے ہیں۔" وہ مسلسل مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔ لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔ ریم ہولے سے ہنس دی لیکن ان کی بات پہ پریشانی بھی ہوئی تھی۔

"آپ کا فون۔"

وہ بھی گھر بھول آئی۔ بہت بھلکڑ ہوں۔ اسی لیے تو ابراہیم ہمہ وقت ساتھ ہوتے ہیں۔" انہوں نے بیچارگی سے بتایا۔ اصل پریشانی تو اب شروع ہوئی تھی ریم کی۔ فون نمبر تو ان کے گھر کا ریم کے پاس بھی نہیں تھا جو وہ خود فون کر کے اطلاع دے دیتی۔ نچلا لب دانتوں تلے دباتے اس نے اپنے ماتھے کو سہلایا۔

تم مجھے چھوڑ آؤ گی بیٹا۔" ریم نے ان کے اچانک مطالبے پہ بوکھلا کر انہیں دیکھا۔ اس کام کے بعد" انجام کا سوچتے اسے جھرجھری سی آئی۔ وہ بمشکل مسکرائی۔ انکار کیسے کرتی اب۔

ڈاکٹر مطاہر۔" ایکدم نجانے کیا سوچ کر اس نے بیگ سے فون نکالتے ڈاکٹر مطاہر کا نمبر ملایا اور" ایک جانب ہو گئی۔ اگلے پانچ منٹ تک ان سے مسلسل بحث کرنے کے بعد وہ واپس آئی تو چہرے پہ تشویش بھرے تاثرات تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ ڈاکٹر مطاہر انہیں اپنی گاڑی میں ان کے گھر ڈراپ کر آئے لیکن ان کا کہنا تھا کہ ابھی ڈیوٹی آورز ختم ہونے میں پورا گھنٹہ باقی ہے۔ وہ تو بلکل نہیں جا سکتا البتہ اس کے مطابق ریم جا سکتی تھی کیونکہ ابھی اس کے پاس تھوڑا سا فری ٹائم تھا۔ پریشانی اس چیز کی تھی کہ اگر وہ بتائے بغیر یوں تنہا گاڑی ڈرائیور کر کے جاتی تو گھر میں بھونچال آ جاتا۔ آنے والے لمحات کے بابت سوچتے اس کے وجود میں کپکپی سی طاری ہو گئی۔ بمشکل مٹھیاں

بھینچتے اس نے ہاتھوں کی کپکپاہٹ پہ قابو پایا۔یہی سب سوچتے بے اختیاری کی کیفیت میں اسکی نگاہ ایک بار پھر مسز ابراہیم کی جانب اٹھی وہ بہت متفکر دکھائی دے رہی تھیں۔اسی ایک لمحے میں فیصلہ ہوا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔وہ سامنے موجود شخصیت کو پریشان نہیں دیکھ سکتی تھی۔

آپ بلکل بھی پریشان نہ ہو آج میں آپ کو ڈراپ کرنے چلتی ہوں۔اسی بہانے ایک نیا ایڈوینچر" بھی ہو جائے گا۔"اس نے چٹکی بجاتے جیسے ان کے مسئلے کا حل نکالا تھا۔مسز ابراہیم نے مسکرا کر محبت سے پلکیں جھپکائیں تھیں۔ریم کا دل ابھی بھی آنے والے لمحات کا سوچتے خوفزدہ تھا مگر پھر بھی وہ مسکرا رہی تھی۔

مسز ابراہیم کی بتائے گئے راستے کو فالو کرتے ہوئے وہ ٹھیک ساڑھے دس بجے اسلام آباد کے ایک سفید پوش علاقے میں موجود تھے۔جہاں ایک سفید رنگ کا عالیشان مینشن اپنی دھاک بٹھائے کھڑا تھا۔وسیع و عریض گھاس کا قطعہ پار کرتے جہاں دائیں بائیں دونوں جانب فاؤنٹین اپنی بہار دکھارہے تھے۔ملازمین کی فوج کو ایک نظر دیکھتے اس نے حیرت سے شانے اچکائے۔مختلف رنگ کے پھولوں کی مہک اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔وہ ستائشی انداز میں اطراف میں جائزہ لیتے ان کی

الیکٹرونک وئیل چئیر کو گھسیٹتے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی۔یکدم اطراف میں پھیلی کلون کی مہک نے اس کے اعصاب جھنجھوڑ ڈالے جیسے کسی کی آمد کا اعلان کیا تھا۔

ہے گرینی۔" قریب سے ابھرتی نرم مسکراتی ہوئی بھاری گھمبیر آواز پہ ریم کا دل اچھل کر حلق میں" آگیا۔اس نے ایک جھٹکے سے رخ موڑتے سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھا۔اگلے ہی لمحے اس کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ہیزل آنکھیں صدمے کے مارے پھیل گئی۔ہاتھ گلابی لبوں پہ ٹھہر گیا۔یہ شخص یہاں۔کم از کم اس لمحے وہ اس شخص کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں کر رہی تھی۔سیاہ ڈریس شرٹ کے ساتھ سرمئی پینٹ پہنے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے وہ بھی اسی کی جانب متوجہ تھا۔حال اسکا بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔اس لمحے اسے اس بات کا شدت سے ادراک ہوا تھا کہ یہ کوئی ایڈوینچر نہیں تھا بلکہ گناہ تھا جو اس سے جانے انجانے میں ہو گیا تھا۔

****